مُعاشرتی علوم

پانچویں جماعت

F. 3-20/81-ST

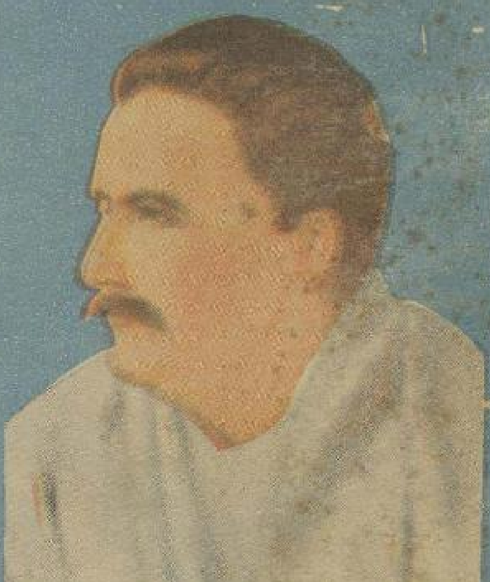

امانت دیانت
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

ناشر : اطہار سنز ۱۹۔ اُردو بازار۔ لاہور

برائے : پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور

62
66
68
D.101

مُعاشرتی عُلوم

برائے

جماعت پنجم

پبلشرز:

اِظہار سنز

۱۹- اردو بازار، لاہور

برائے

پنجاب ٹیکسٹ بُک بورڈ، لاہور

LIBRARY 600

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	تعداد اشاعت
مارچ 1981ء	اوّل	٤0,000

جملہ حقوق بحقِ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور محفوظ ہیں۔

تیار کردہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور و منظور کردہ حکومتِ پنجاب
(محکمۂ تعلیم) لاہور۔
بمطابق سرکلر نمبر ۱۰-۱/۷۲ ایس۔ او (سی) مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۷۴ء
نظرِ ثانی شدہ قومی ریویو کمیٹی، وفاقی وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان۔
"قومی کمیٹی برائے کُتبِ نصاب کی تصحیح شدہ"

مُصنّفین

ڈاکٹر مس فیروزہ یاسمین، مسز زرینہ اشرف
پروفیسر بشیر الدّین مَلک

مدیران

پروفیسر بشیر الدّین مَلک
چودھری مُحمّد سلیم اختر، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

تدوینِ طباعتِ نو: حفصہ جاوید اور سبطِ حسن
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

طابع:۔ سیّد اظہار الحسن رضوی

ناشر:۔ اظہار سنز، ۱۹، اردو بازار، لاہور

مطبع:۔ اظہار سنز پرنٹرز، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرا نام ---------------- ہے

میں پانچویں جماعت میں ہوں۔

یہ میری مُعاشرتی عُلوم کی کتاب ہے۔

آیئے دیکھیں کہ اس کتاب میں کون سا مضمون کِس صفحے پر ہے۔

۱	پاکستان ۔(تاریخی پس منظر)	۱
۲	محل وقوع	۸
۳	سطح	۱۶
۴	آب وہوا	۲۲
۵	آبادی اور پیشے	۲۷
۶	قُدرتی وسائل اور ان کی اہمیّت	۳۴
۷	آب پاشی	۳۸
۸	زرعی پیداوار	۴۴
۹	معدنیات اور طاقتی وسائل	۵۲
۱۰	پن بجلی	۵۷
۱۱	گھریلو دستکاریاں اور صنعتیں	۶۱
۱۲	ذرائع آمدورفت اور رسل و رسائل	۶۵
۱۳	خبر کے ذریعے	۷۲
۱۴	مُلک کا انتظام	۷۴
۱۵	تحفّظِ عامہ	۷۹
۱۶	رفاہی ادارے	۸۵

صفحہ		نمبر شمار
۹۵	مسائل اور ان کا حل	۱۷
۱۰۰	حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۸
۱۰۲	حضرت فاطمۃ الزہرؓاء	۱۹
۱۰۴	حضرت امام حسینؑ	۲۰
۱۰۶	مُحمّد بن قاسم	۲۱
۱۰۹	سُلطان محمود غزنوی	۲۲
۱۱۲	احمد شاہ ابدالی	۲۳
۱۱۳	شاہ ولی اللہؒ	۲۴
۱۱۴	سیّد جمال الدّین افغانیؒ	۲۵
۱۱۶	سرسیّد احمد خاں	۲۶
۱۱۹	مولانا عبیداللہ سندھی	۲۷
۱۲۰	ڈاکٹر علّامہ اقبالؒ	۲۸
۱۲۲	قائدِ اعظم مُحمّد علی جناحؒ	۲۹

پاکستان

تاریخی پس منظر

تیسری اور چوتھی جماعتوں میں یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ مُسلمانوں کے آنے سے پہلے برّصغیر پاک و ہند میں ہُندو آباد تھے۔ اکثر ہندُو، آریہ نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوئی اڑھائی ہزار سال گزُرے آریہ نسل کے لوگ کوہِ سلیمان کے درّوں کے راستے برِّصغیر میں داخل ہُوئے۔ پہلے وہ اُن علاقوں میں آباد ہُوئے جو آج کل پاکستان میں شامل ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ برّصغیر کے شمالی حصّے میں پھیل گئے اور اپنے آپ کو ہندُو کہلانے لگے۔

ہندُوؤں کی تہذیب:۔

ہندُو زیادہ تر دریاؤں کے کنارے گاؤں بنا کر رہتے تھے۔ کھیتی باڑی اُن کا عام پیشہ تھا۔

ہندُوؤں نے یہاں کے قدیمی باشندوں سے بہت بُرا سلوک کیا۔ اُن کی زمینیں چھین لیں۔ ان کے گھروں کو آگ لگادی اور قتل و غارت سے جو بچ گئے، اُنھیں اپنا غلام بنا لیا اور اُنھیں شُودر کہنے لگے۔

ہندُو جب برِّصغیر کے قدیمی باشِندوں کو شکست دے چُکے تو اُنھوں نے آپس میں لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا۔ ہندو لوگ کئی ذاتوں میں بٹ گئے۔ ایک ذات کے لوگ دُوسری ذات کے لوگوں سے نہ تو مِل جُل کر کھاتے پیتے تھے اور نہ آپس میں شادیاں کرتے۔ گھٹیا ذات شودروں کی تھی۔ اُنھیں ملیچھ یعنی ناپاک کہتے۔

ہندو خدا کو ایک نہیں مانتے تھے۔ اُن کے مندروں میں ہزاروں بُت پڑے ہوتے جنھیں وُہ سجدہ کرتے اور اُنہیں سے دُعائیں مانگتے۔

تمام مُلک میں ہندوؤں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ اِن ریاستوں کے راجے آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے۔ ہندوؤں کا ایک مشہور راجا چندر گپت موریہ ہو گزرا ہے۔ اس کا وزیر چانکیہ تھا۔ چانکیہ نے حکومت کرنے کے چند اُصول بنائے جن پر ہندو آج تک عمل کرتے ہیں۔ اس نے سیاست میں "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" کا قانون اپنایا۔ وُہ کہتا تھا کہ جو بادشاہ زیادہ قوّت حاصل کرے اُسے چاہیے کہ وُہ ہمسایہ بادشاہ پر حملہ کرنے میں دیر نہ کرے۔ جو بادشاہ دیکھے کہ اُس کی طاقت بڑھ رہی ہے اُسے چاہیے کہ کسی جھجک کے بغیر صُلح کے معاہدے توڑ دے اور اپنے ہمسایہ پر حملہ کر دے۔

برِّصغیر میں مُسلمانوں کی آمد:

آنحضرت محمّد رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہ علیہِ وَآلہٖ وَسلّم کے وصال کے بعد اسلام بڑی تیزی سے پھیلنے لگا۔ مغرب میں شمالی افریقہ اور سپین تک مُسلمانوں کی حکومت پھیل گئی تھی۔ ایران اور وسط ایشیا کے لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اَب مشرق میں اِسلامی حکومت کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ برِّصغیر کے ممالک رہ گئے تھے، جہاں ابھی کُفر کے بادل چھائے ہُوئے تھے۔ اب مُسلمانوں نے اِس طرف بھی توجہ دینی شروع کر دی۔ جب مُسلمانوں نے برِّصغیر میں قدم رکھا تو یہاں کے اکثر باشندے برہمنوں کے ظُلم کا شکار تھے۔

آج سے تقریباً تیرہ سو سال پہلے سِندھ پر ایک ہندو راجا حکومت کرتا تھا۔ اُس کا نام داہر تھا۔ وُہ ظالم بادشاہ تھا۔ داہر برِّصغیر کے مغربی ساحل پر مُسلمانوں کی پُرامن تجارتی سرگرمیوں کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اِس لیے اکثر ان کی راہ میں دُشواریاں پیدا کرتا۔ اُس وقت بصرہ کا حاکم حجّاج بن یوسف تھا۔ حجّاج نے صُلح و صفائی سے کام لیتے ہُوئے داہر کو اپنی حرکتوں سے باز آنے

کے لیے کہا لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ اس پر حجّاج نے ایک نوجوان مُسلم جرنیل مُحمّد بن قاسم کو سِندھ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا جِس نے راجا داہر کو شکست دی اور اُس کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔

مُسلمانوں نے ہندُوؤں سے بہت اچّھا سلوک کیا جس کی وجہ سے بہت سے ہندُو اپنی مرضی سے مُسلمان ہو گئے۔ مُحمّد بن قاسم تو واپس چلا گیا لیکن اس کے کئی ساتھی برِّصغیر میں رہنے لگے۔ اس واقعے کے تقریباً تین سو سال بعد شمال مغربی درّوں کے راستے سُلطان محمُود غزنوی بھی ہندُو راجاؤں کی زیادتیوں سے تنگ آکر برِّصغیر میں داخل ہُوا اور اُنھیں شکست دِی۔ سُلطان محمُود غزنوی کے ساتھ بہت سے مُسلمان اس علاقے میں آئے اور یہیں آباد ہو گئے۔

مُسلمانوں کی تہذیب: مُسلمان برِّصغیر میں آکر اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے لگے۔ اُنھوں نے یہاں آکر لوگوں کو بتایا کہ اللہ ایک ہے۔ ہمیں صِرف اُسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ وُہی سب کی حاجتیں پُوری کرنے والا ہے۔ بُت ہمیں کچھ نہیں دے سکتے۔ اِسی طرح آگ، پانی، نباتات، سُورج، چاند خُدا نے انسان کے لیے بنائے ہُوئے ہیں۔ یہ ساری چیزیں انسان کے سامنے کمزور ہیں۔ اِس لیے ہمیں اُنھیں سجدے نہیں کرنے چاہییں بلکہ سجدہ صرف خُدا کو کرنا چاہیے جِس نے یہ ساری چیزیں بنائی ہیں۔

مُسلمانوں نے اپنے طرزِ عمل سے بتایا کہ سب مُسلمان بھائی بھائی ہیں۔ مُسلمان سب کام مِل جُل کر صلاح مشورہ سے کرتے ہیں۔ وُہ اکٹّھے ہی عبادت کرتے ہیں، اکٹھے بیٹھتے اُٹھتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں۔ مُسلمانوں کے عبادت کرنے کا طریقہ بہت آسان ہے۔ اِسلام میں عورتوں کی عزّت کرنا ضرُوری ہے۔ ان کا درجہ مردوں سے کم نہیں۔ مُسلمانوں میں اچّھا وہی ہے جو اچّھے کام کرتا ہے۔

برِّصغیر کے رہنے والوں نے جب مُسلمانوں کے اُصولوں کو دیکھا تو اُنھیں یہ اُصول بہت پسند آئے۔ وہ اپنی مرضی سے مُسلمان ہونا شروع ہو گئے اور ہنسی خوشی آزادی

سے زندگی گزارنے لگے۔

ہندوؤں کو مُسلمانوں کی اِس علاقے میں آمد پسند نہ تھی۔ اُنھوں نے مُسلمانوں کے خلاف کئی جنگیں بھی کیں لیکن ہر مرتبہ شکست کھائی۔ آہستہ آہستہ تقریباً تمام برِّصغیر پر مُسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی جو تقریباً ساڑھے سات سو سال تک قائم رہی۔ مُسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں برِّصغیر میں امن و امان قائم کیا۔ وُہ لوگ جو مُسلمان ہو گئے اُنھیں سینے سے لگایا اور جو ہندُو ہی رہے ان کے جان و مال کی حفاظت کی۔

ہندُو مُسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کبھی نہ چُوکتے تھے۔ آج سے تقریباً تین سو سال پہلے جب انگریز برِّصغیر میں آئے تو ہندُوؤں نے اُن سے ساز باز کر کے مُسلمانوں کو نُقصان پہنچانا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزوں نے پُورے برِّصغیر پاک و ہند پر قبضہ کر لیا اور اِس طرح نہ صِرف مُسلمان بلکہ ہندُو بھی انگریزوں کے غلام بن گئے۔

جب برِّصغیر کے مُسلمانوں اور ہندُوؤں نے انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کی کوششیں شروع کیں تو ہندُوؤں نے مُسلمانوں کو جائز حقوق دینے سے انکار کر دیا۔ ہندُو چاہتے تھے کہ جب انگریز یہاں سے چلے جائیں تو برِّصغیر پر ہندُو حکومت قائم کریں۔ وُہ ہندو جو مُسلمانوں کے ساتھ ایک ہزار سال رہنے کے باوجُود الگ الگ رہے اور ہر موقعے پر مُسلمانوں کو نُقصان پہنچانے پر تُلے رہے، اَب کہنے لگے کہ برِّصغیر میں رہنے والے سب لوگ ایک قوم سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اِس موقعے پر مُسلمان رہنماؤں نے ہندُوؤں کو پچھلی تاریخ یاد دلائی اور بتایا کہ مُسلمان اور ہندُو دو الگ الگ قومیں رہی ہیں اور اَب بھی دو الگ الگ قومیں ہیں۔ ان میں کوئی بات بھی مشترک نہیں۔ مُسلمانوں کے رہنما قائدِ اعظم مُحمّد علی جناحؒ نے دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا۔

اِسلام اور ہندُو دھرم صرف دو الگ الگ مذہب ہی نہیں
بلکہ دونوں کے رہنے سہنے کے طریقے بھی الگ الگ ہیں - اِن

دونوں کا کھانا پینا، اُٹھنا بیٹھنا، سلام کرنے کا طریقہ، غرضیکہ
ہر ایک چیز الگ الگ ہے۔ ہم کسی چیز میں بھی ایک
دُوسرے سے مشابہ نہیں۔

اِس طرح قائدِ اعظم محمّد علی جناحؒ نے ہندو اور انگریز پر واضح کر دیا کہ انگریزوں کے بعد دو سلطنتیں بنیں گی۔ ایک وُہ جس میں مُسلمانوں کی اکثریّت ہے اور دُوسری جہاں ہندُوؤں کی اکثریّت ہے۔ پس مُسلمانوں نے یک جان ہو کر قائدِ اعظمؒ کی رہنمائی میں کام شرُوع کیا اور ۱۹۴۷ء میں پاکستان کی ایک الگ اِسلامی مملکت قائم ہو گئی۔

نظریۂ پاکستان: ہمارے محبُوب قائدِ اعظم محمّد علی جناحؒ نے پاکستان کا مطالبہ اِس بنا پر کیا تھا کہ ہم ایک قوم ہیں اور ہم ایک ایسا مُلک چاہتے ہیں جہاں اللہ کے بنائے ہُوئے اُصولوں کے مطابق زندگی گزار سکیں اور ان اُصولوں پر عمل کرتے ہُوئے مُلک کو ترقی دیں تاکہ یہاں کا رہنے والا ہر باشندہ خُوش حال زندگی گزار سکے۔

بھارت کا روّیہ: اِسلام ہمیں امن اور محبّت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر دُشمنوں اور کافروں سے چوکنّا رہنے کا بھی درس دیتا ہے۔ پاکستان نے کبھی کِسی مُلک سے زیادتی نہیں کی۔ لیکن ہمارا ہمسایہ مُلک بھارت ہمیں ہر صُورت نُقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ بھارت نے ہمارے ساتھ کئی زیادتیاں کی ہیں۔

بھارت نہ صرف اپنے مُلک میں رہنے والے مُسلمانوں کو تنگ کرتا ہے بلکہ اکثر ہم سے بھی جھگڑے اور لڑائیاں کرتا رہتا ہے۔ اِس سلسلے میں دونوں مُلکوں کے درمیان کئی ایک جنگیں ہو چُکی ہیں۔

مسئلہ کشمیر: پاکستان کے شمال مشرق میں جمّوں وکشمیر کی ریاست ہے۔ جِس وقت پاکستان بنا تو اُصول یہ طے ہُوا تھا کہ برِّصغیر کی ریاستیں اپنے حالات کے مطابق یا تو بھارت میں شامل ہو جائیں یا پاکستان میں اور اگر وُہ کسی بھی

مُلک میں شامل نہ ہونا چاہیں تو علیحدہ بھی رہ سکتی ہیں۔ ریاست جمّوں وکشمیر ہر لحاظ سے پاکستان کے زیادہ قریب ہے۔ اس کی حدیں پاکستان سے مِلی ہُوئی ہیں، وہاں کے رہنے والوں کی اکثریّت مُسلمان تھی۔ ان کے رشتے ناطے پاکستان کے لوگوں سے تھے۔ ان تمام باتوں کے پیشِ نظر ضروری تھا کہ ریاست جمّوں وکشمیر پاکستان میں شامل ہوتی لیکن ریاست جمّوں وکشمیر کا راجا ہندو تھا۔ راجا نے قیامِ پاکستان کے چند ہی مہینے بعد ریاست کے مسلمانوں کی خواہش کے خلاف ریاست جموں وکشمیر کا بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کا اعلان کر دیا۔ چونکہ وہاں کی اکثریّت مسلمانوں کی تھی۔ اس لیے اُنھوں نے یہ فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا اور راجے کی فوج کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور بہت سا علاقہ فتح کر لیا۔

پاکستان کے مجاہدین بھی اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے ریاست میں داخل ہوگئے۔ اِس پر بھارت کی فوج مقابلے پر آگئی۔ ابھی مقابلہ جاری تھا کہ بھارت کے وزیرِ اعظم نے اقوامِ متحدہ سے کہہ کر جنگ بند کرا دِی۔ اِس جنگ میں جو علاقے آزاد ہوگئے تھے وہاں آزاد جموں وکشمیر کی حکومت قائم ہے۔ اقوامِ متحدہ میں بھارت نے وعدہ کیا کہ ریاست جموں وکشمیر کے رہنے والوں سے رائے لی جائے گی اور اگر وُہ بھارت کے ساتھ رہنا چاہیں گے تو اُنھیں بھارت کے ساتھ مِلا دیا جائے گا اور اگر پاکستان کے ساتھ رہنا چاہیں گے تو ریاست کو پاکستان کے ساتھ ملا دیا جائے گا، جنگ ختم ہو گئی۔ لیکن بھارت نے اَب تک اپنا وعدہ پُورا نہیں کیا کیونکہ بھارت کو پتا ہے کہ اگر رائے لی گئی تو کشمیری پاکستان کے ساتھ مِلنا پسند کریں گے۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ: بھارت ریاست جموں وکشمیر میں رائے شماری سے لگاتار انکار کرتا رہا اور پاکستان کو باقی معاملات میں بھی تنگ کرنے لگا۔ کبھی دریاؤں کا پانی بند کر دیتا تو کبھی کشمیریوں پر ظلم وستم ڈھانے شروع کر دیتا یہاں تک کہ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو اچانک ایک رات لاہور کی سرحد پر بھارت کی فوج نے حملہ کر دیا لیکن انھیں منہ کی کھانا پڑی۔ بھارتی فوج آگے نہ بڑھ سکی۔ لڑائی کئی جگھوں پر پھیل گئی اور پاکستانی

فوج نے بھارت کے کئی علاقے فتح کر لیے۔ جب شکست ہونے لگی تو بھارت نے اقوام متحدہ میں جنگ بند کرانے کی درخواست کی۔ جنگ ختم ہوگئی اور پاکستان نے بھارت کے علاقے واپس کر دیے۔

۱۹۷۱ء کی جنگ:۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد بھارت نے ہمارے مُلک میں تیزی سے سازشوں کا جال بچھا دیا۔ مشرقی پاکستان میں رہنے والے ہندوؤں کی مدد سے وہاں کے لوگوں کو مغربی پاکستان کے لوگوں کے خلاف بھڑکایا اور آخر کار خُود بھی مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔ اِس سازش کا نتیجہ یہ ہُوا کہ مشرقی پاکستان ہم سے علیٰحدہ ہو گیا۔

ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو دُشمنوں کے مقابلے کے لیے تیّار کرے۔ ہمارے سکُولوں اور کالجوں میں فوجی تربیّت لازمی قرار دے دی گئی ہے۔ اَب ہمارا ہر نوجوان تربیّت یافتہ ہوگا اور ضرُورت پڑنے پر میدانِ جنگ میں اُتر پڑے گا۔

محلِ وقوع

دُنیا میں سات بڑے بڑے خُشکی کے قطعے ہیں۔ اِن قطعوں کو "برّاعظم" کہتے ہیں۔ اِن کے نام ایشیا۔ یورپ۔ شمالی امریکہ۔ جنوبی امریکہ۔ افریقہ۔ آسٹریلیا اور انٹارکٹکا ہیں۔ پاکستان دُنیا کے سب سے بڑے برِّاعظم ایشیا میں واقع ہے۔

پاکستان کے شمال میں چین۔ مشرق میں بھارت، مغرب میں افغانستان اور ایران اور جنوب میں بحیرۂ عرب واقع ہے۔ پاکستان کا کل رقبہ ۷۹۶۰۹۵ مربع کلومیٹر ہے۔

خطوطِ طول بلد اور خطوطِ عرض بلد:

اُستاد صاحب نے ہاکی کا گیند کھیل کے میدان میں چھپا دیا اور بچّوں کو تلاش کرنے کو کہا۔ جب بچّے گیند تلاش نہ کر سکے تو اُنھیں اپنے پاس بُلایا اور اُنھیں صحیح جگہ بتانے کی غرض سے دو بچّوں کو میدان کے شمال مشرقی کونے پر کھڑا کر دیا۔ ایک کو مغرب کی طرف ۲۰ قدم چل کر نشان لگانے کو کہا اور دُوسرے کو

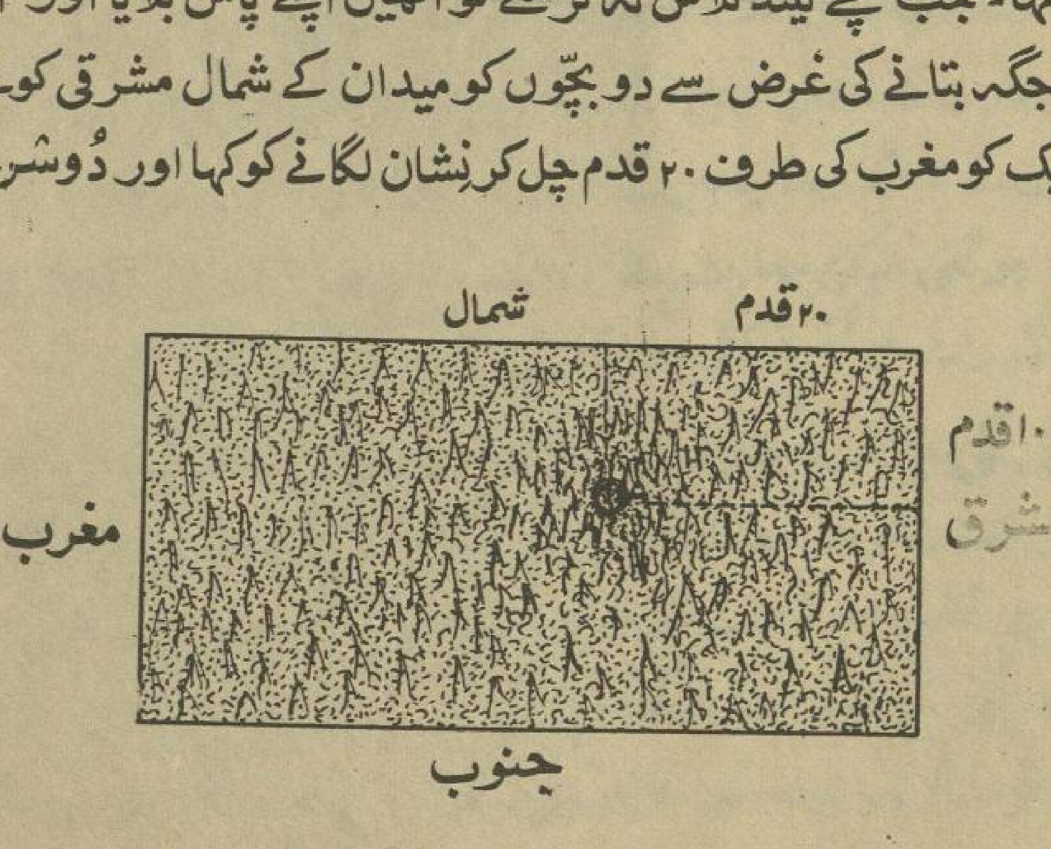

دس قدم جنوب کی طرف چل کر نشان لگانے کو کہا۔ جب بچّے نشان لگا چکے تو میدان کے آر پار یعنی مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب کی طرف لکیریں کھینچنے کو کہا بچّوں کی خُوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب گیند اس جگہ پر مِل گیا، جہاں دونوں لکیروں نے ایک دُوسرے کو کاٹا۔

اِسی طرح نقشے پر کسی جگہ یا مقام کا محلِّ وقوع جاننے کے لیے جو لکیریں شمال سے جنوب کی طرف کھینچی جاتی ہیں اُنہیں خطوطِ طول بلد کہتے ہیں اور جو مشرق سے مغرب کی طرف کھینچی جاتی ہیں اُنھیں خطوطِ عرض بلد کہتے ہیں۔ خطوط عرض بلد تعداد میں ۱۸۰ ہیں۔

خطوط عرض بلد

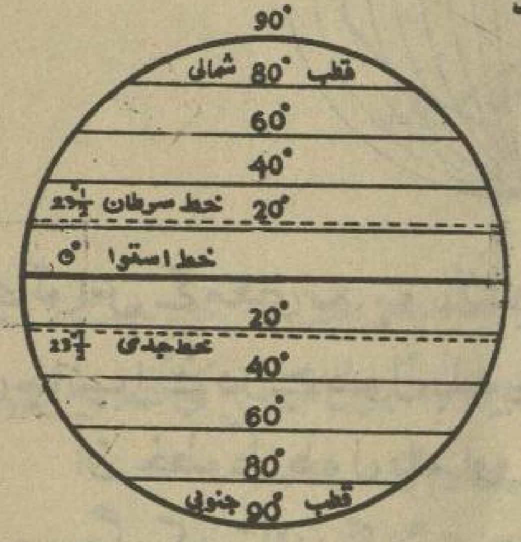

سب سے بڑا خط جو زمین کے گرد شرقاً غرباً کھینچا ہُوا فرض کیا گیا ہے، اسے خطِ استوا کہتے ہیں۔ خطِ استوا کا درجہ صِفر مانا گیا ہے۔ ۹۰ درجے خطوطِ عرض بلد خطِ استوا کے شمال میں ہیں اور ۹۰ درجے جنُوب میں۔ خطِ استوا کے شمالی حِصّے کو نِصف کُرہ شمالی اور جنوبی حِصّے کو نصف کُرّہ جنوبی کہتے ہیں۔ خطِ استوا سے کسی جگہ کا فاصلہ بتانا ہو تو ہم کہتے ہیں کہ یہ جگہ خطِ اِستوا کے شمال یا جنوب میں اِتنے خط عرض بلد پر واقع ہے۔ اِس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ جگہ خطِ استوا سے اِتنے درجے کے فاصلے پر واقع ہے۔

خطوط طول بلد کے درجوں کا حساب انگلستان کے صدر مقام لندن کے مقام گرینچ سے لگایا جاتا ہے۔ وہاں سے جو خط گزرتا ہے، اس کا درجہ بھی

خط استوا کی طرح صِفر مانا گیا ہے۔ یہ خطوط ۳۶۰ ہیں۔ ۱۸۰ گرینچ کے مشرق اور ۱۸۰ مغرب میں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں شہر اِتنے طول بلد پر واقع

خطوطِ طول بلد

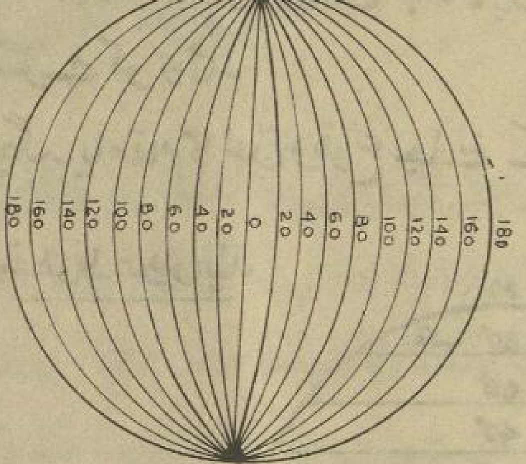

ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ شہر گرینچ سے مشرق یا مغرب کی جانب اِتنے درجے طول بلد پر واقع ہے۔

ان خطوطِ طول بلد اور خطوطِ عرض بلد کی مدد سے نقشے میں کِسی جگہ کو تلاش کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً کُرّۂ ارض پر پاکستان کا محلِّ وقوع تلاش کرنا ہو تو کوئی مُشکل پیش نہیں آتی کیونکہ خطوطِ طول بلد اور خطوطِ عرض بلد کی مدد سے اس کا محلِّ وقوع آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ غور سے دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ پاکستان تقریباً ۲۴.۵° شمالی عرض بلد سے ۳۷° شمالی عرضِ بلد اور ۶۱° مشرقی طول بلد سے ۷۵.۵° مشرقی طول بلد کے درمیان پھیلا ہُوا ہے۔

منطقے

ہم سورج سے گرمی حاصل کرتے ہیں۔ سُورج کرۂ ارض پر جب چمکتا ہے تو اُس کی شعاعیں کہیں عمودی پڑتی ہیں تو کہیں ترچھی۔ اِس لیے دُنیا کے بعض حِصّوں میں حرارت زیادہ ہوتی اور بعض میں کم۔ حرارت کی کمی بیشی کے لحاظ سے کرۂ ارض کو مختلف حِصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ حِصّے منطقے کہلاتے ہیں۔

منطقے

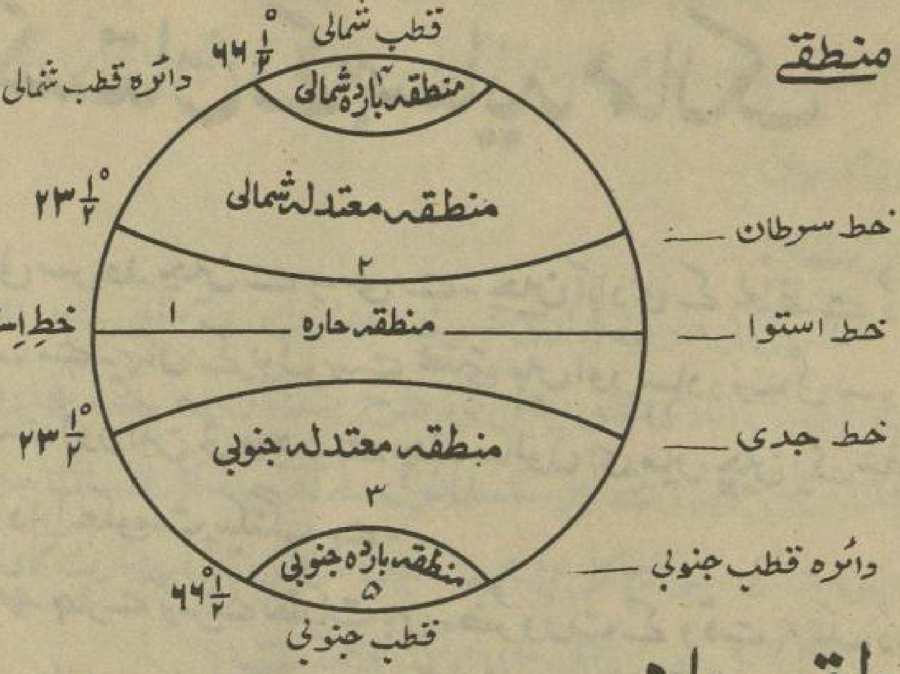

(۱) منطقہ حارہ:

یہ منطقہ خطِ استوا کے دونوں طرف خط سرطان اور خطِ جدی کے درمیان واقع ہے۔ اِس منطقے میں سارا سال کہیں نہ کہیں سُورج کی شعاعیں عمودی پڑتی رہتی ہیں اِس لیے یہاں تقریباً سارا سال گرمی رہتی ہے۔

۲ اور ۳۔ منطقہ معتدلہ شمالی وجنوبی:

خطِ سرطان اور دائرہ قطب شمالی کے درمیان کا علاقہ منطقہ معتدلہ شمالی اور خطِ جدی اور دائرہ قطب جنوبی کا درمیانی علاقہ منطقہ معتدلہ جنوبی کہلاتا ہے۔ یہاں سُورج کی شُعاعیں سارا سال ترچھی پڑتی ہیں تاہم گرمیوں میں شُعاعیں کم ترچھی پڑتی ہیں اور سردیوں میں زیادہ۔ یہی وجہ ہے کہ منطقہ حارہ کے مقابلے میں گرمیوں اور سردیوں کے درجۂ حرارت میں خاصا فرق ہوتا ہے۔

۴ اور ۵۔ منطقہ باردہ شمالی اور جنوبی:

دائرہ قُطب شمالی اور قُطب شمالی کے درمیان منطقہ باردہ شمالی اور دائرہ قُطب جنُوبی اور قطب جنوبی کے درمیان منطقہ باردہ جنوبی واقع ہے۔

پاکستان کے ہمسایہ ممالک

چین:

ہماری شمالی سرحد چین سے مِلتی ہے۔ چین آبادی کے لحاظ سے دُنیا کا سب سے بڑا مُلک ہے۔ یہاں کے لوگ بہت محنتی ہیں اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لوگوں کی محنت اور لگن کی وجہ سے چند سالوں ہی میں چین ایک عظیم مُلک بن گیا ہے۔ چین کا دارالحکومت پیکنگ ہے۔

چین کے ساتھ ہمارے گہرے تعلقات ہیں۔ ضرورت کے وقت ہم ایک دُوسرے کی مدد کرتے ہیں اور عالمی معاملات میں ہم ایک دُوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔

افغانستان:

مغرب کی طرف ہماری سرحد کا زیادہ حِصّہ افغانستان کے ساتھ مِلتا ہے۔ افغانستان ایک پہاڑی مُلک ہے جس کی وجہ سے یہاں کوئی بھی ریلوے لائن نہیں۔ چند پکّی سڑکیں بڑے بڑے شہروں کو آپس میں ملاتی ہیں۔

برِصغیر میں تقریباً ساڑھے سات سو سالہ اسلامی حکومت کے دوران میں افغانستان اِس مُلک کا ایک صُوبہ رہا ہے۔ جب مُغلیہ خاندان کی حکومت کمزور ہُوئی تو افغانستان ایک الگ مُلک بن گیا۔ کابل افغانستان کا دارالحکومت ہے۔

افغانستان میں ۹۸ فی صد لوگ مُسلمان ہیں۔ ہمارے تعلّقات ان مُسلمان بھائیوں سے بہت اچھّے ہیں۔ افغانستان کی اپنی کوئی بندرگاہ نہیں۔ اُن کی تمام بحری تجارت کراچی بندرگاہ ہی کے ذریعے ہوتی ہے۔ حکومتِ پاکستان نے افغانستان کو اس سلسلے میں کافی سہولتیں دے رکھّی ہیں۔

ایران:

صُوبہ بلوچستان کے مغرب میں ایران کا ملک ہے۔ یہاں کے رہنے والے زیادہ تر مُسلمان ہیں۔ ایک وسیع مُلک ہونے کی وجہ سے ایران میں ایسے علاقے

بھی پائے جاتے ہیں جہاں شدید سردی پڑتی ہے اور ایسے علاقے بھی ہیں جو گرم ریگستان ہیں۔ ایران کا دارالحکومت تہران ہے۔ ایران کے ساتھ ہمارے تعلّقات برادرانہ ہیں۔

بھارت:

مشرق کی طرف ہماری سرحد بھارت سے ملتی ہے۔ بھارت ایک بڑا مُلک ہے۔ بھارت کی آبادی بھی چین کی طرح بہت زیادہ ہے۔ بھارت میں کافی تعداد میں مُسلمان بھی رہتے ہیں۔ مُسلمانوں نے تقریباً ساڑھے سات سو سال ان علاقوں پر حکومت کی جو آج کل بھارت میں شامل ہیں۔ بھارت کا دارالحکومت دہلی ہے۔

مُسلم دُنیا میں پاکستان کی اہمیّت:

پاکستان ایک نیا مُلک ہے۔ اِس کی بُنیاد اِسلامی اصولوں کو عملی شکل دینے کے لیے رکھی گئی ہے۔ اِسی لیے اِس کے تعلّقات دُوسرے مُسلمان مُلکوں سے بے حد قریبی اور دوستانہ ہیں۔

جغرافیائی لحاظ سے ہمارا مُلک دُنیا میں خاص جگہ پر واقع ہے۔ مُسلم ممالک مشرق میں انڈونیشیا سے لے کر بنگلہ دیش تک اور مغرب میں پاکستان سے لے کر شمالی افریقہ کے مُلک مراکش تک پھیلے ہُوئے ہیں۔

برِّصغیر پاک و ہند میں اِسلام سب سے پہلے ان علاقوں میں پھیلا جو آجکل پاکستان میں شامل ہیں۔

عرب ممالک کے ساتھ تعلّقات:

ایران کے مغرب اور جنوب میں عرب مُلکوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جو شمالی افریقہ کی مغربی سرحد تک پھیلا ہُوا ہے۔ ان تمام عرب ممالک کے ساتھ ہمارے تعلّقات بھائیوں جیسے ہیں۔ یہ ممالک معدنی تیل کے وسائل سے مالا مال ہیں۔ پاکستان کے بہت سے ماہرین اور کاریگر تیل کی صنعت میں ان کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔

اِسرائیل جِس طرح عربوں کا دُشمن ہے، اِس طرح پاکستان کا بھی دُشمن ہے۔ اِس

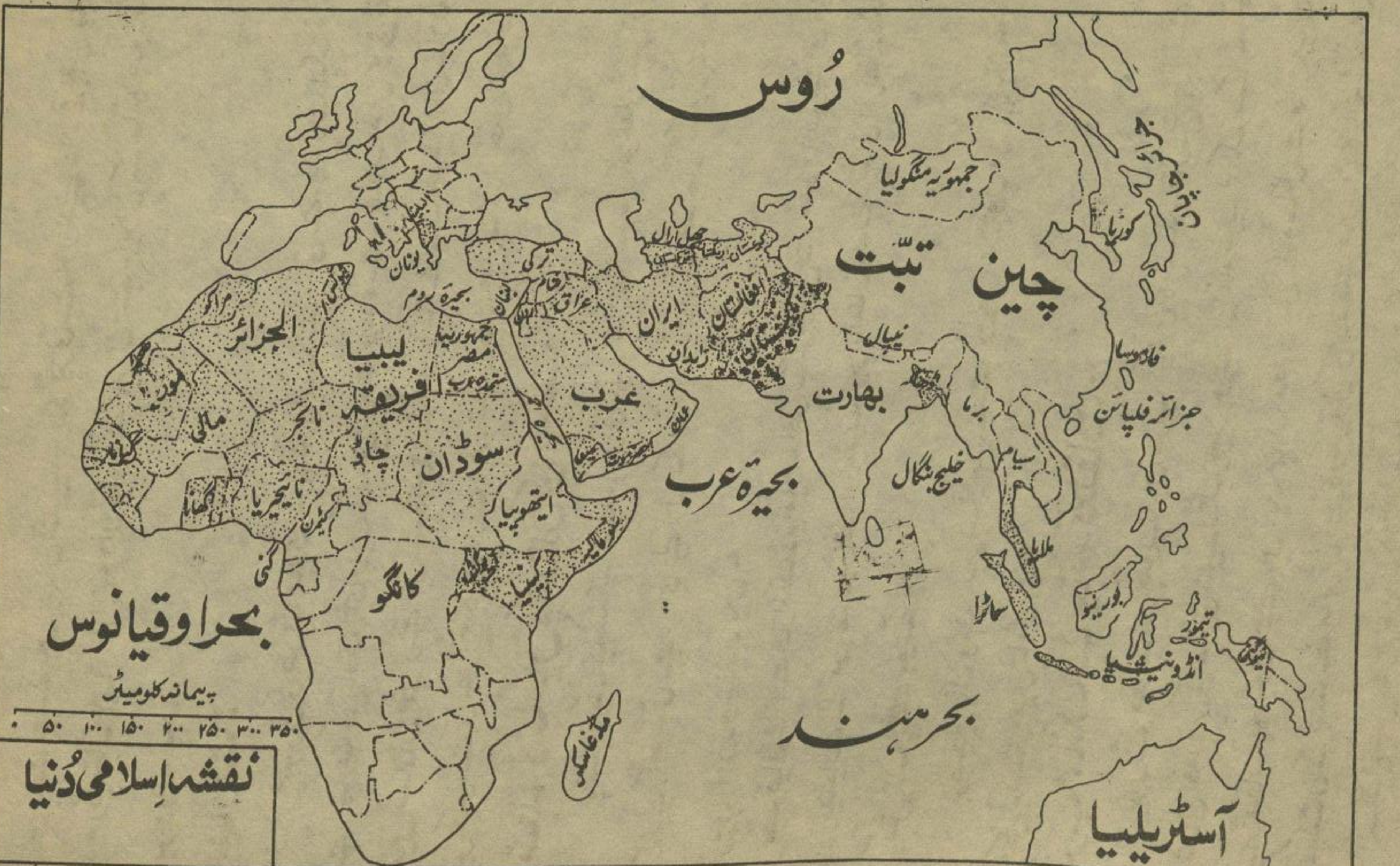

نقشہ اِسلامی دُنیا
پیمانہ کلومیٹر
۰ ۵۰ ۱۰۰ ۱۵۰ ۲۰۰ ۲۵۰ ۳۰۰ ۳۵۰
بحراوقیانوس
رُوس
چین
تبت
جمہوریہ منگولیا
کوریا
بھارت
نیپال
برما
سیام
ملایا
خلیج بنگال
بحیرہ عرب
بحرہند
آسٹریلیا
انڈونیشیا
بورنیو
سماٹرا
تیمور
جزائر فلپائن
فارموسا
عرب
ایران
عراق
ترکی
یونان
بحیرہ روم
لبنان
افغانستان
جمہوریہ مصر
لیبیا
افریقہ
الجزائر
مراکو
مالی
نائجر
چاڈ
سوڈان
نائیجریا
گھانا
کیمرون
ایتھوپیا
کانگو
گنی
مڈغاسکر

معاملہ میں پاکستان نے ہمیشہ عرب بھائیوں کی مکمّل حمایت کی ہے۔ اب تک جتنی بھی اِسلامی کانفرنسیں ہُوئی ہیں، پاکستان اِن میں شریک ہوتا رہا ہے۔ سب سے بڑی اِسلامی کانفرنس لاہور میں فروری ۱۹۷۴ء میں منعقد ہُوئی۔ مُسلم ممالک کے تقریباً ۴۰ وفدوں نے اِس اِسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کانفرنس کے بعد مُسلم ممالک اور بھی ایک دُوسرے کے قریب آگئے ہیں۔

آر۔سی۔ڈی یا علاقائی تعاون برائے ترقی:

ایران اور ترکی کے ساتھ بھی ہمارے تعلّقات بہت اچھے ہیں۔ پاکستان، ترکی اور ایران نے ایک معاہدہ کر رکھا ہے جسے آر۔سی۔ڈی کہتے ہیں۔ اس معاہدے کے تحت تینوں ممالک مِل جُل کر کارخانے لگا رہے ہیں، سڑکیں اور ریلوے لائنیں بھی تعمیر کر رہے ہیں۔ ان ممالک کے ماہرینِ تعلیم، سائنس دان اور صنعت کار آپس میں ایک دُوسرے سے مِلتے رہتے ہیں اور ترقّی کے منصوبوں پر بات چیت کرتے رہتے ہیں۔ اِس سے تینوں ممالک میں روز بروز ترقّی ہو رہی ہے۔

پاکستان کے مشرق میں بھارت ہے جس سے آگے مشرق میں پھر مُسلم ممالک کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ان میں بنگلہ دیش، ملائشیا اور انڈونیشیا شامل ہیں۔ ان ممالک کے ساتھ پاکستان کے گہرے تعلّقات ہیں۔

پاکستان اور اقوامِ متّحدہ:

پاکستان ایک اِسلامی مُلک ہے۔ اِسلام ہمیں پُرامن طریقے سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ پاکستان اقوامِ متّحدہ کا ممبر ہے اور ہر اس مُلک کے ساتھ صُلح کا ہاتھ بڑھاتا ہے جو پُرامن طریقے سے رہنا چاہتا ہو۔ وُہ تمام ممالک جو حال ہی میں آزاد ہُوئے ہیں اور ترقّی کی راہ پر گامزن ہیں، پاکستان ان کی ہر قِسم کی امداد کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔

سطح

پاکستان کی سطح زمین کو تین حِصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ شمال مغربی پہاڑی علاقہ۔

۲۔ سطحِ مُرتفع پوٹھوہار اور سطحِ مُرتفع بلوچستان۔

۳۔ دریائے سندھ کا میدان۔

(۱) شمال مغربی پہاڑی علاقہ

سامنے صفحے پر دیے گئے نقشے میں گہرے بُھورے رنگ سے جو علاقہ دکھایا گیا ہے، وُہ پاکستان کا شمال مغربی پہاڑی علاقہ ہے۔ پاکستان کے شمال میں بلند پہاڑوں کا ایک سِلسلہ پھیلا ہُوا ہے جسے کوہِ ہمالیہ کہتے ہیں۔ اِس کے شمال اور شمال مغرب میں کوہِ قراقرم، اور کوہِ ہندُوکش ہیں اور مغربی شاخوں میں کوہِ سلیمان، اور کوہِ کھیرتھر شامِل ہیں۔

قراقرم کے پہاڑ پاکستان کے شمالی علاقوں لدّاخ، اور گلگت میں پھیلے ہُوئے ہیں۔ یہ پہاڑ بہت بلند ہیں۔ ان کی چوٹیاں گرمیوں کے موسم میں بھی برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ قراقرم کے پہاڑ تقریباً ۶۵۰۰ میٹر بلند ہیں۔ اِنہیں پہاڑوں میں پاکستان کی سب سے بلند چوٹی کے۔ٹو واقع ہے۔ کے۔ ٹو کی بلندی تقریباً ۸۷۰۰ میٹر ہے۔ یہ چوٹی دنیا میں بلندی کے لحاظ دُوسرے نمبر پر ہے۔

قراقرم کے پہاڑوں کے درمیان گلگت کی وادی ہے۔ یہاں سردیوں میں تو بہت زیادہ سردی پڑتی ہے۔ البتہ گرمیوں کا موسم بہت خوشگوار ہوتا ہے۔ جابجا کِھلے ہُوئے جنگلی پُھول بہت خُوب صُورت دکھائی دیتے ہیں۔

اِنہیں بلند پہاڑوں میں سے پاکستان کے فوجی نوجوانوں نے اپنے دوست

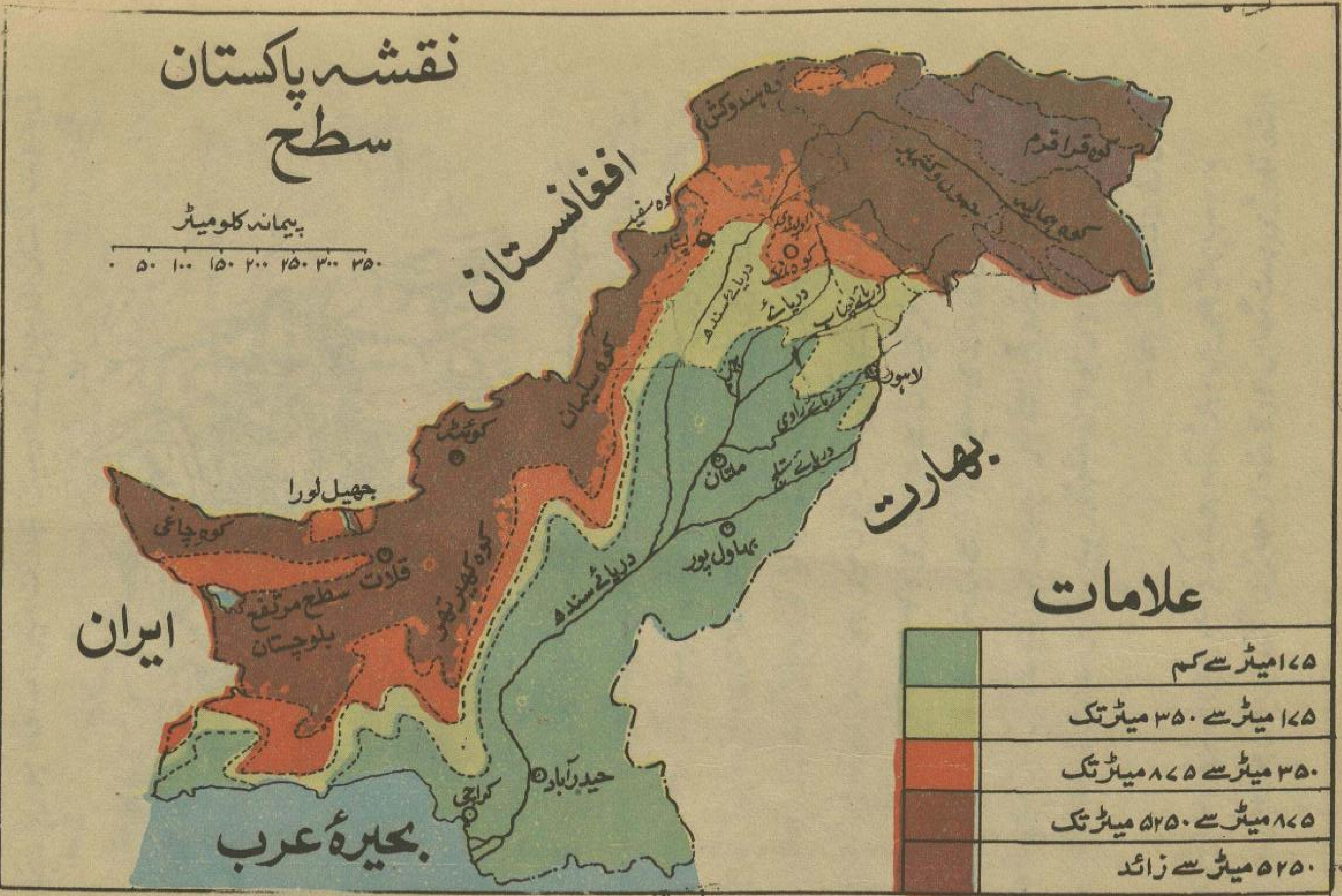
نقشہ پاکستان
سطح
پیمانہ کلومیٹر
۰ ۵۰ ۱۰۰ ۱۵۰ ۲۰۰ ۲۵۰ ۳۰۰ ۳۵۰
افغانستان
ایران
بھارت
بحیرۂ عرب
کوہ ہندوکش
کوہ قراقرم
جموں و کشمیر
کوہ ہمالیہ
کوہ سفید
پشاور
راولپنڈی
کوہ نمک
دریائے سندھ
دریائے
دریائے چناب
لاہور
دریائے راوی
دریائے ستلج
ملتان
بہاول پور
کوہ سلیمان
کوئٹہ
جھیل لورا
کوہ چاغی
قلات
سطح مرتفع
بلوچستان
کوہ کھیرتھر
دریائے سندھ
حیدرآباد
کراچی
علامات
۱۷۵ میٹر سے کم
۱۷۵ میٹر سے ۳۵۰ میٹر تک
۳۵۰ میٹر سے ۸۷۵ میٹر تک
۸۷۵ میٹر سے ۵۲۵۰ میٹر تک
۵۲۵۰ میٹر سے زائد

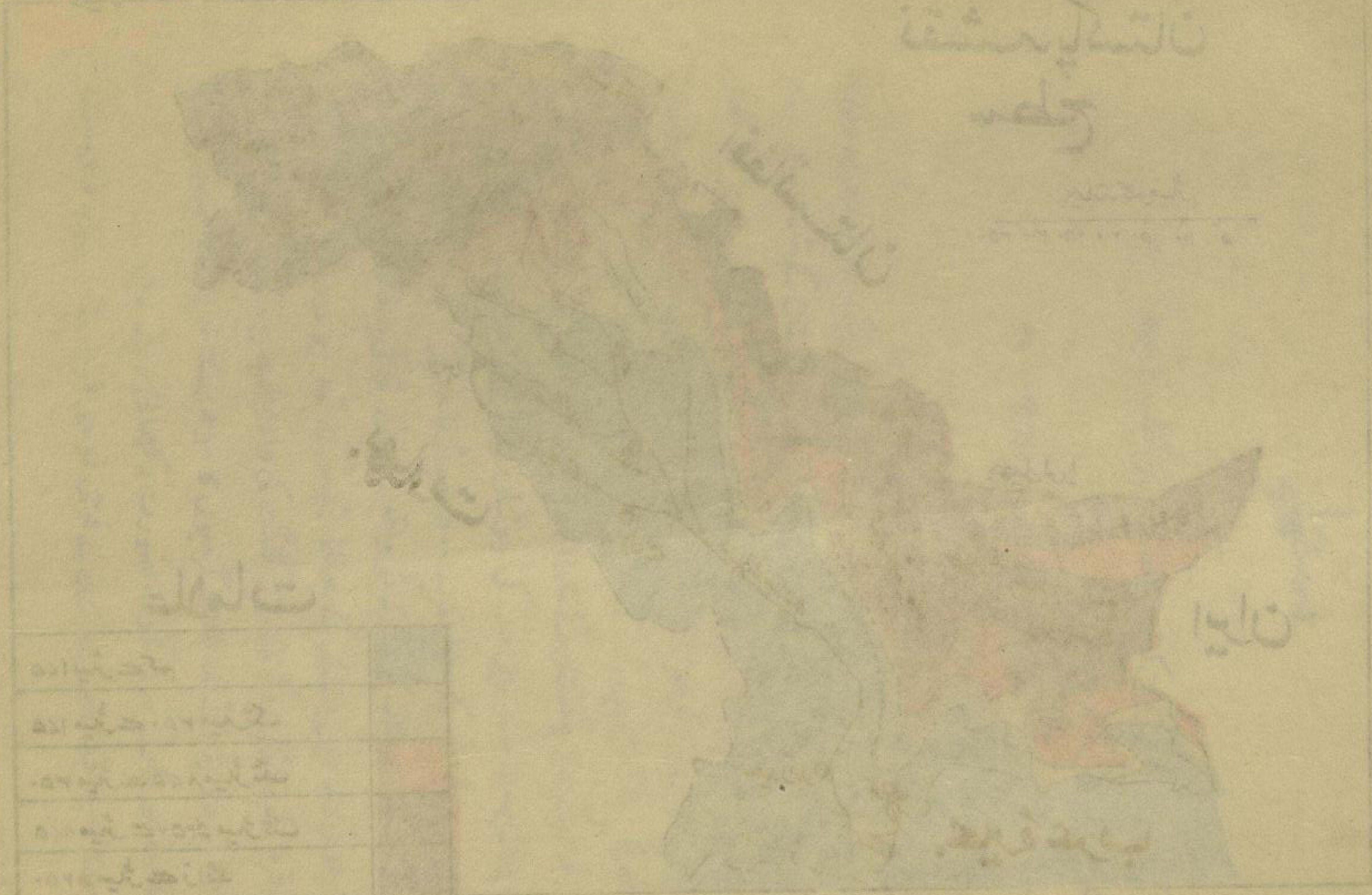

ہمسایہ مُلک چین کی مدد سے پکی سڑک بنائی ہے۔ جسے شاہراہِ قراقرم کہتے ہیں۔ اس شاہراہ کی بدولت پاکستان اور چین کے درمیان تجارت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

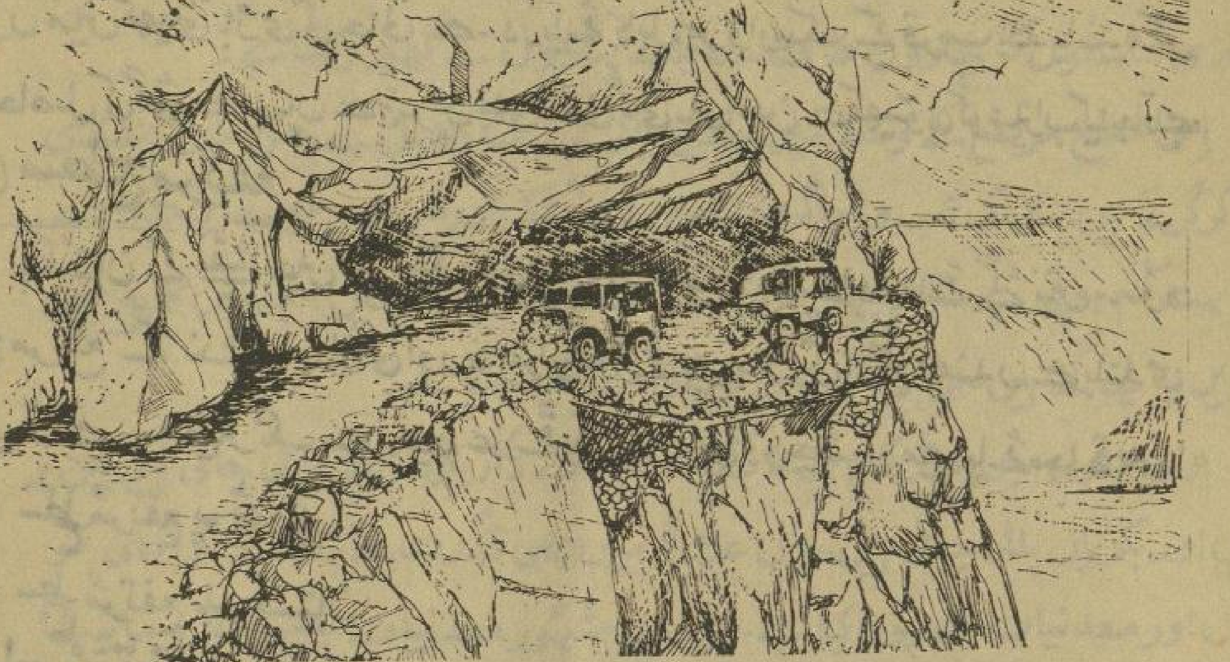

شمالی بلند پہاڑی سلسلوں کے جنوب میں مری اور ہزارہ کی پہاڑیاں واقع ہیں۔ مری، ایبٹ آباد، نتھیا گلی، ایوبیہ، کاغان اور سوات جیسی خُوبصُورت وادیاں اِنھیں پہاڑیوں میں واقع ہیں۔ ان میں پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ گرمیوں کے موسم میں جب میدانی علاقے میں سخت گرمی پڑتی ہے تو کچُھ لوگ ان علاقوں میں سیر و تفریح کے لیے آجاتے ہیں اور ان صحت افزا مقامات کی رونق کو دوبالا کرتے ہیں۔ بعض لوگ برف باری کا منظر دیکھنے کے لیے سردیوں میں بھی ان علاقوں میں آتے ہیں۔ اِن علاقوں میں زیادہ ترخچروں سے باربرداری کا کام لیا جاتا ہے۔

کوہِ سلیمان کی بلندی سطح سمندر سے ایک ہزار سے تین ہزار میٹر ہے۔ اِن پہاڑوں کے پار جانے کے لیے قدرتی راستے ہیں جنھیں ہم درّے کہتے ہیں۔ اِن میں درّہ خیبر، کرُم، ٹوچی، گومل اور بولان مشہُور ہیں۔ اِس علاقے کی بیشتر تجارت اِنھیں درّوں کے راستے ہوتی ہے۔

یہ سب پہاڑ بنجر ہیں۔ بارش کم ہونے کی وجہ سے یہاں زیادہ درخت نہیں اُگتے۔ البتّہ تھوڑی بہت گھاس اور کانٹے دار جھاڑیاں اُگتی ہیں جن پر بھیڑیں اور بکریاں پالی

جاتی ہیں۔ پہاڑوں کی وادیوں میں چھوٹے دریا بہتے ہیں۔ ان دریاؤں کے قریبی علاقوں میں کھیتی باڑی کی جاتی ہے۔ دریائے کابل پر وارسک کے قریب بند باندھ کر بجلی حاصل کی گئی ہے۔ یہاں سے نہریں بھی نکالی گئی ہیں جن سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔

(۲) سطح مرتفع

پاکستان کے نقشے میں جو ہلکے سرخ رنگ میں علاقے دکھائے گئے ہیں، وہ سطح مرتفع کے خُشک پہاڑی اور ناہموار علاقے ہیں۔ ان کی سطح سمندر سے بلندی ۳۰۰ میٹر سے ۹۰۰ میٹر تک ہے۔ ایسے علاقے پاکستان میں دو حِصّوں میں پائے جاتے ہیں۔

ا۔ سطح مُرتفع پوٹھوہار

ب۔ سطح مُرتفع بلوچستان

سطح مُرتفع پوٹھوہار:

کوہِ نمک کا سلسلہ مشرق میں دریائے جہلم سے لے کر مغرب میں دریائے سندھ تک پھیلا ہُوا ہے۔ اِس سلسلے کے شمال میں پوٹھوہار کی سطح مرتفع واقع ہے۔ اِس میں جہلم، راولپنڈی اور اٹک کے اضلاع شامل ہیں۔ یہاں سطح کی اُونچائی ۳۰۰ میٹر سے ۶۰۰ میٹر تک ہے۔

پوٹھوہار کی سطح زمین برساتی نالوں اور بارش سے کٹی ہُوئی ہے۔ یہ زمین کہیں سے نرم اور کہیں سے سخت پتھریلی ہے۔ کہیں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں اور کہیں پانی کی کاٹ سے کھڈ بن گئے ہیں اور زمین ٹُوٹ پُھوٹ گئی ہے۔ اِس لیے زمین کاشت کے لیے اچھی نہیں ہے۔ البتّہ پہاڑی علاقوں میں معدنیات مِلتی ہیں۔ مشہُور معدنیات نمک، کوئلہ اور معدنی تیل ہیں۔ اِس علاقے کا مشہُور دریا، دریائے سواں ہے جو کہوٹہ اور مری کی پہاڑیوں سے نِکلتا ہے اور جنُوب مغرب کی طرف بہتا ہُوا دریائے سِندھ میں جا گِرتا ہے۔

ب۔ سطح مُرتفع بلوچستان:

سطح مُرتفع بلوچستان، کوہِ سلیمان اور کوہِ کھیر تھر کے مغرب کی طرف واقع

ہے۔ اِس سطح مُرتفع کی بلندی ۳۰۰ میٹر سے ۹۰۰ میٹر تک ہے۔ اس کی سطح پتھریلی اور ریتلی ہے۔ خُشک پہاڑیوں کا سلسلہ شمال مشرق سے جنُوب مغرب کی طرف پھیلا ہوا ہے۔ اِن پہاڑی سلسلوں کو چاروں طرف سے بلند پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔

اِس سطح مرتفع کے وسط میں نمکین پانی کی ایک جھیل ہے جِس میں چند ندی نالے آکر گرتے ہیں۔ یہاں کی آب وہوا گرمیوں میں گرم خُشک اور سردیوں میں سرد خشک ہے۔ بارش بہت کم ہوتی ہے۔ تاہم جہاں پانی دستیاب ہے وہاں کنوئیں، جنھیں کاریز بھی کہتے ہیں بنالیے گئے ہیں۔ ان سے کھیتوں کو پانی مہیّا کیا جاتا ہے۔

اِن علاقوں میں بارش کم ہونے کے باعث کانٹے دار جھاڑیاں پائی جاتی ہیں جن پر بھیڑیں اور بکریاں پالی جاتی ہیں۔ اِس علاقے میں بھی قُدرت نے زراعت کی کمی کو پھلوں اور معدنیات سے پُورا کیا ہے۔ اِن میں مشہُور معدنیات جپسم، کرومائیٹ، کوئلہ، گندھک اور تانبہ ہیں۔ سب سے مشہُور معدنی دولت قُدرتی گیس ہے۔

کوئٹہ، چمن اور زیارت صحت افزاء مقامات ہیں، یہاں پھلوں کی پیداوار بکثرت ہوتی ہے۔

(۳) میدانی علاقہ

نقشے میں سبز رنگ سے پاکستان کا میدانی علاقہ دکھایا گیا ہے۔ اِس وسیع میدان کو دو حِصّوں میں تقسِیم کیا جاتا ہے۔

ا۔ دریائے سِندھ کا بالائی میدان۔

ب۔ دریائے سِندھ کا زیریں میدان۔

ا۔ دریائے سندھ کا بالائی میدان:

یہ میدان پاکستان کی مشرقی سرحد سے مغرب کی طرف کوہِ سلیمان تک اور شمال میں سطح مرتفع پوٹھوہار سے جنوب میں ضلع بہاولپور کی سرحد تک پھیلا ہُوا ہے۔ اِس علاقے کو دریائے سِندھ، دریائے جہلم، دریائے چناب، دریائے راوی اور دریائے ستلج سیراب کرتے ہیں۔ یہ ایک

ہموار میدان ہے جس کی سطح سمندر سے بلندی ۱۵۰ میٹر سے ۳۰۰ میٹر تک ہے۔ یہ میدان دریاؤں کی لائی ہوئی زرخیز اور نرم مٹی سے بنا ہے۔ اِس میدان کی ڈھلان بتدریج کم ہونے کی بدولت ، دریا آہستہ آہستہ بل کھاتے ہوئے بہتے ہیں۔ گرمیوں کے موسم میں پہاڑوں پر برف پگھلنے سے اور برسات کے دنوں میں زیادہ بارش ہونے سے اِن دریاؤں میں بعض اوقات اتنا پانی آجاتا ہے کہ سیلاب آجاتے ہیں۔ دریاؤں کا پانی کناروں سے باہر نکل کر جہاں جہاں پہنچتا ہے، وہ حصہ کھادر کہلاتا ہے۔ کھادر کا علاقہ کھیتی باڑی کے لیے بہت ہی مفید ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دریاؤں کا درمیانی علاقہ جسے دوآبہ کہتے ہیں، وہ بھی کھیتی باڑی کے لیے بہت موزوں ہے۔

میدانی علاقے کی آب و ہوا گرمیوں میں گرم اور مرطوب اور سردیوں میں سرد اور خشک ہے۔ بارش بہت کم ہوتی ہے۔ پنجاب کے مشرقی علاقوں میں بارش صرف ۳٫۵ ملی میٹر سالانہ ہے۔ بارش کی اِس کمی کو دریاؤں سے نہریں نکال کر پورا کیا گیا ہے۔ اِس میدانی حصے میں نہروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اِس طرح نہروں کے ذریعے پانی اُن علاقوں تک بھی پہنچ گیا ہے جہاں کچھ سال پہلے کھیتی باڑی کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ ہموار میدان ہونے کی وجہ سے آمدورفت میں بھی کوئی مشکل نہیں ہوتی۔

ب۔ دریائے سِندھ کا زیریں میدان:

صوبہ پنجاب کا جنوبی حصہ اور صوبہ سِندھ، دریائے سِندھ کا زیریں میدان کہلاتا ہے۔ یہ بھی ہموار میدان ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے ۱۵۰ میٹر تک ہے۔ اِس علاقے کو دریائے سِندھ سیراب کرتا ہے۔ یہاں کی زمین بھی زرخیز اور نرم مٹی سے بنی ہے۔

اِس میدانی علاقے کا مغربی حصہ مشرقی حصے کی نسبت بلند ہے۔ مشرقی حصہ ریتلا ہے کوٹری، سکھر اور گڈو کے قریب دریائے سِندھ پر بند باندھ کر بہت سی نہریں نکالی گئی ہیں۔ لہٰذا یہ علاقے بھی سرسبز و شاداب ہو گئے ہیں۔

سِندھ کے زیریں میدان کے مشرقی حصّے کو تھر بھی کہتے ہیں۔
دریائے سِندھ کے میدان کا یہ حِصّہ بھی نرم اور زرخیز مٹی سے بنا ہُوا ہے، مگر بارش کم ہونے کی وجہ سے یہاں کی زمین مُدتوں بیکار پڑی رہی اور لوگ خانہ بدوشوں کی زندگی گزارتے اور بھیڑیں بکریاں پال کر گزارہ کرتے رہے۔ مگر اب نہروں کی بدولت کچھ حِصّہ سرسبز اور شاداب ہوگیا ہے۔ اَب ان علاقوں میں گیہوں، چاول اور کپاس کی کاشت کی جاتی ہے۔

آب و ہوا

ہم دیکھتے ہیں کہ سارا سال موسم ایک جیسا نہیں رہتا۔ کبھی گرمی پڑتی ہے تو کبھی سردی۔ کبھی موسمِ بہار آجاتا ہے تو کبھی موسمِ برسات۔ موسموں کی اس مجموعی کیفیّت کا نام آب و ہوا ہے۔

پاکستان ایک بڑا مُلک ہے، اِس لیے یہاں کے مختلف علاقوں میں موسم ایک جیسا نہیں رہتا۔ مثلاً اگر میدانی علاقے میں گرمی پڑ رہی ہو تو کچھ لوگ مری، نتھیا گلی، ایبٹ آباد اور سوات، زیارت اور کوئٹہ جیسے مقامات پر چلے جاتے ہیں کیونکہ بلندی کی وجہ سے وہاں موسم خُوشگوار ہوتا ہے۔ اِسی طرح سردیوں میں پنجاب کی آب و ہوا سرد اور خُشک ہوتی ہے۔ پہاڑی علاقوں میں اس موسم میں نہ صِرف سخت سردی پڑتی ہے بلکہ برف باری بھی ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں کراچی کی آب و ہوا سمندر کے قریب ہونے کی بدولت معتدل رہتی ہے۔ اِسی طرح برسات کے موسم میں بارش کی مقدار مختلف علاقوں میں مختلف ہے، لیکن مجموعی طور پر پاکستان میں بارش کم ہوتی ہے۔

پاکستان ایک وسیع مُلک ہونے کی وجہ سے اِس کے مختلف علاقوں میں بارش اور درجہ حرارت کا فرق ہے۔ گرمیوں میں ہوائیں سمندر سے خُشکی کی طرف چلتی ہیں اور سردیوں میں خُشکی سے سمندر کی طرف۔ کیونکہ یہ ہوائیں موسموں کے اختلاف سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے انھیں موسمی یا مون سون ہوائیں کہتے ہیں۔

موسم گرما کی مون سون ہوائیں:

پاکستان میں موسمِ گرما کی بارش مون سون ہواؤں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ ہوائیں

گرمیوں میں سمندر سے خُشکی کی طرف چلتی ہیں۔

ان ہواؤں کے چلنے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کا زیادہ حِصّہ خُشکی پر مشتمل ہے، جس کے جنوب میں بحیرۂ عرب واقع ہے۔ اپریل، مئی اور جُون میں ہمارے مُلک میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ دن کے وقت درجۂ حرارت ۴۰ درجے سینٹی گریڈ تک بڑھ جاتا ہے، جس سے ہوا بھی گرم ہو جاتی ہے۔ گرم ہوا چونکہ ہلکی ہوتی ہے اس لیے یہ اُوپر اُٹھنا شروع کر دیتی ہے۔ اِس کے برعکس خلیج بنگال اور بحیرۂ عرب میں درجۂ حرارت کم ہوتا ہے اور ہوا ٹھنڈی ہوتی ہے۔ اِس لیے گرمیوں میں ہوائیں سمندر سے خُشکی کی طرف چلتی ہیں۔ چونکہ یہ ہوائیں سمندر سے آتی ہیں۔ اِس لیے نمی سے بھرپور ہوتی ہیں۔ یہ ہوائیں سیدھی کوہ ہمالیہ سے ٹکرا کر پاکستان کے شمال مشرقی حصّے میں زیادہ اور جنوب مغربی حصّے میں نسبتاً کم بارش برساتی ہیں۔

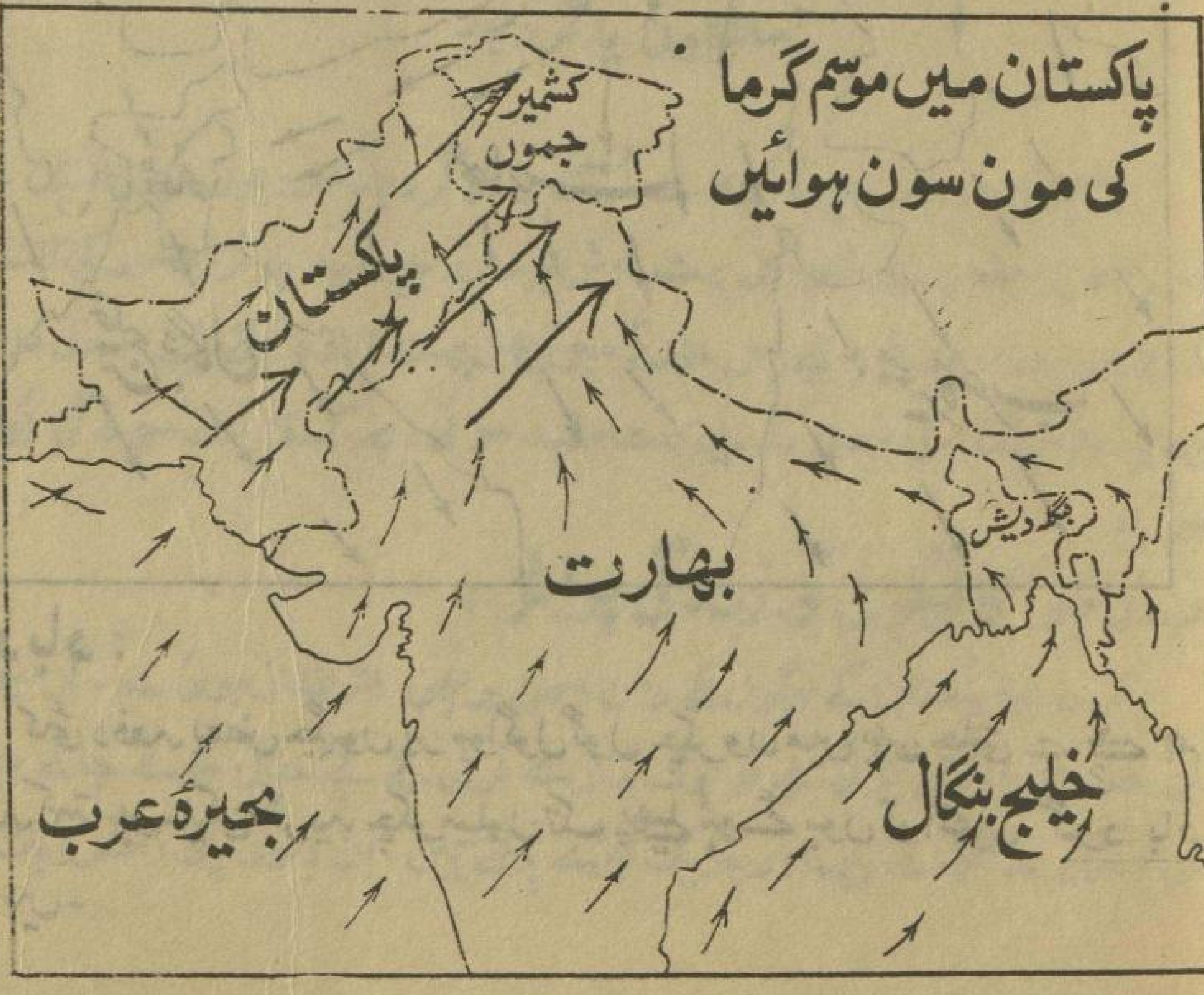

موسم سرما کی مون سون ہوائیں:

دسمبر، جنوری اور فروری کے مہینوں میں سُورج کی شعاعیں پاکستان کے علاقے پر ترچھی پڑتی ہیں، اِس لیے ہَوا سرد ہوکر ٹھنڈی اور بھاری ہوجاتی ہے۔ خشکی کے برعکس پانی دیر میں ٹھنڈا ہوتا ہے، لہٰذا ہوائیں اپنے چلنے کے اُصول کے مطابق خُشکی سے سمندر کی طرف چلنا شروع کر دیتی ہیں۔ چونکہ یہ ہوائیں خشکی کی طرف سے آتی ہیں، اِس لیے اِن میں نمی نہ ہونے کی وجہ سے بارش نہیں ہوتی ، یہی وجہ ہے کہ پاکستان کا موسم سردیوں میں سرد اور خُشک ہوتا ہے۔

گرد باد:

کئی دفعہ بعض جگہوں پر ہوا گول گول چکروں میں بھی چلتی ہے جِسے ہم بگولہ کہتے ہیں۔ لیکن اگر یہ چکر میلوں تک پھیلے ہُوئے ہوں تو اُنھیں گرد باد کہتے ہیں۔

بعض اوقات کسی خاص مقام پر تیز دُھوپ کی وجہ سے درجۂ حرارت بڑھ جاتا ہے تو وہاں ہَوا کا دباؤ بہت کم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں اِرد گرد کے علاقے میں ہَوا کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے۔ ایسی صُورت میں ہَوائیں کم دباؤ والے علاقے کی طرف تیزی سے چلنا شروع کر دیتی ہیں۔ یہاں پہنچ کر ہوائیں گرم ہو کر اُوپر کی طرف اُٹھتی ہیں اور ٹھنڈی ہو کر بارش برساتی ہیں۔ ایسی بارش کو گرد باد کی بارش کہتے ہیں۔

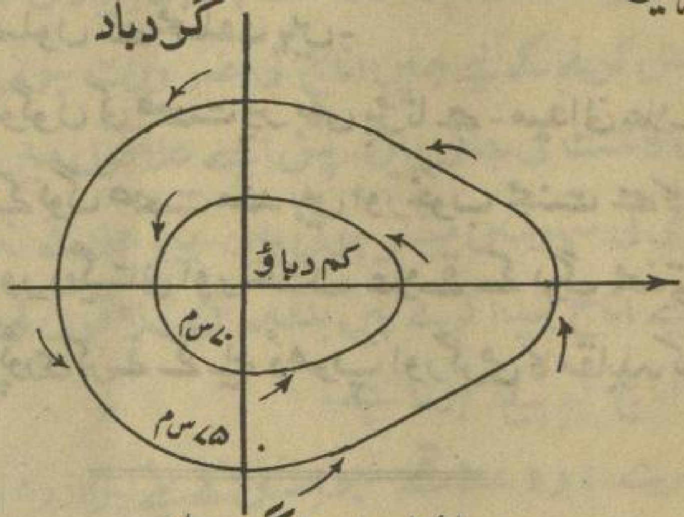

سائیکلون یا گرد باد

خلیج فارس اور بحیرۂ رُوم سے اُٹھنے والے گرد باد سردیوں میں پاکستان کے شمال مغربی حِصّوں میں تھوڑی بہت بارش برساتے ہیں۔ یہ بارش پھلوں کی کاشت کے لیے موزوں ہے۔ اِس لیے اِس علاقے میں پھل بہت زیادہ مِلتے ہیں۔ میدانی علاقے میں یہ بارش گندم کی فصل کے لیے بہت مفید ہوتی ہے۔ کِسان اِسے "سونے کی بُوند" کہتے ہیں۔

آب و ہَوا کا لوگوں کی زندگی پر اثر:

آب و ہَوا پاکستان کے لوگوں کے رہن سہن پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ گرمیوں میں جب سخت گرمی پڑتی ہے تو لوگ مارے گرمی کے بے حال ہُوئے جاتے ہیں۔ ہلکی پُھلکی غذا کھاتے ہیں اور باریک کپڑے پہنتے ہیں۔ اِن دِنوں پانی، مشروبات اور

برف کا استعمال بڑھ جاتا ہے۔ چرند پرند سب سایہ دار جگہوں میں دوپہر گزارتے ہیں۔ سردیوں میں میدانی علاقوں میں سخت سردی تو نہیں پڑتی مگر گرم خطے میں رہنے کی وجہ سے لوگوں کو سردی زیادہ محسوس ہوتی ہے' اِس لیے گرم کپڑے پہنتے ہیں۔ ان دنوں گرم گرم چائے اور قہوہ کا اِستعمال عام ہو جاتا ہے۔

گرمیوں اور سردیوں میں آب و ہوا کے فرق کا اثر پاکستان کی زراعت پر بھی نمایاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گرمیوں میں پیدا ہونے والی فصلیں سردیوں میں پَیدا ہونے والی فصلوں سے مختلف ہیں۔

آب و ہوا کا اثر لوگوں کی صحت پر بھی پڑتا ہے۔ میدانی علاقے کی آب و ہوا بہت اچّھی ہے۔ یہاں کے لوگ صحت مند ہیں اور خُوب محنت سے کام کرتے ہیں۔ پہاڑی علاقے کے لوگ جفاکش اور ریگستانی اور خُشک علاقے کے لوگ محنتی ہوتے ہیں جو اپنی ضرُوریاتِ زندگی پُوری کرنے کے لیے دُھوپ اور گرمی کا مقابلہ کرتے ہیں۔

آبادی اور پیشے

اِنسان زیادہ تر زمین کے اس حِصّے میں آباد ہیں جہاں ضروریاتِ زندگی آسانی سے میسّر آتی ہیں۔ روٹی، کپڑا اور مکان ہماری بنیادی ضروریات میں سے ہیں۔ روٹی حاصِل کرنے کے لیے ہمیں اناج کی ضرورت ہوتی ہے۔ اناج حاصل کرنے کے لیے فصلیں کاشت کی جاتی ہیں۔ پس ایسے علاقوں میں آبادی زیادہ ہوتی ہے جہاں کاشت کاری کی سہولتیں میسّر ہوتی ہیں۔ یہ علاقے نہ صِرف اپنے ہاں کے رہنے والوں کے لیے اناج پیدا کرتے ہیں بلکہ ان علاقوں کی بھی ضرورت پُوری کرتے ہیں، جہاں اناج کم پیدا ہوتا ہے۔

دُوسرے، وہ علاقے جو اِنسان کے لیے کپڑا اور دوسری مصنوعات تیار کرتے ہیں۔ ایسے علاقے صنعتی علاقے کہلاتے ہیں۔ کارخانوں میں کام کرنے کے لیے بہت سے کاریگروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر تیّار شُدہ مال کی نقل وحمل کے لیے بھی زیادہ افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس طرح صنعتی علاقوں میں بھی آبادی بڑھ جاتی ہے۔

تیسرے وُہ علاقے جو مُلک کی تجارت میں بڑھ چڑھ کر حِصّہ لیتے ہیں، وہاں بھی آبادی زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے علاقے عام طور پر بندرگاہوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

اِن زیادہ آبادی والے علاقوں کے مقابلے میں ایسے علاقے بھی ہیں، جہاں آبادی کم ہوتی ہے۔ اِن میں ریتلے علاقے، جہاں نہ تو بارش ہوتی ہے اور نہ دریا بہتے ہیں، پتھریلے علاقے، بہت بلند علاقے جہاں ہمیشہ برف پڑی رہتی ہے یا منطقہ باردہ کے شدید سرد علاقے شامل ہیں، جہاں نہ کُچھ کاشت

کیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی صنعت ہی لگائی جا سکتی ہے۔

پاکستان میں زیادہ آبادی اور کم آبادی والے علاقے:

پاکستان میں بھی اِن اُصولوں کے مطابق کچھ ایسے علاقے ہیں، جہاں آبادی زیادہ ہے اور کچھ علاقے ایسے ہیں، جہاں آبادی کم ہے۔ صُوبہ پنجاب اور صُوبہ سِندھ کے نہری علاقے اور صُوبہ سرحد میں دریائے کابل کی وادی میں آبادی زیادہ ہے کیونکہ یہاں کاشت کاری کے لیے حالات موزوں ہیں، ان کے علاوہ پاکستان کے صنعتی اور تجارتی علاقے جن میں کراچی، حیدر آباد، مُلتان، راولپنڈی اور فیصل آباد شامل ہیں، آبادی زیادہ ہے۔

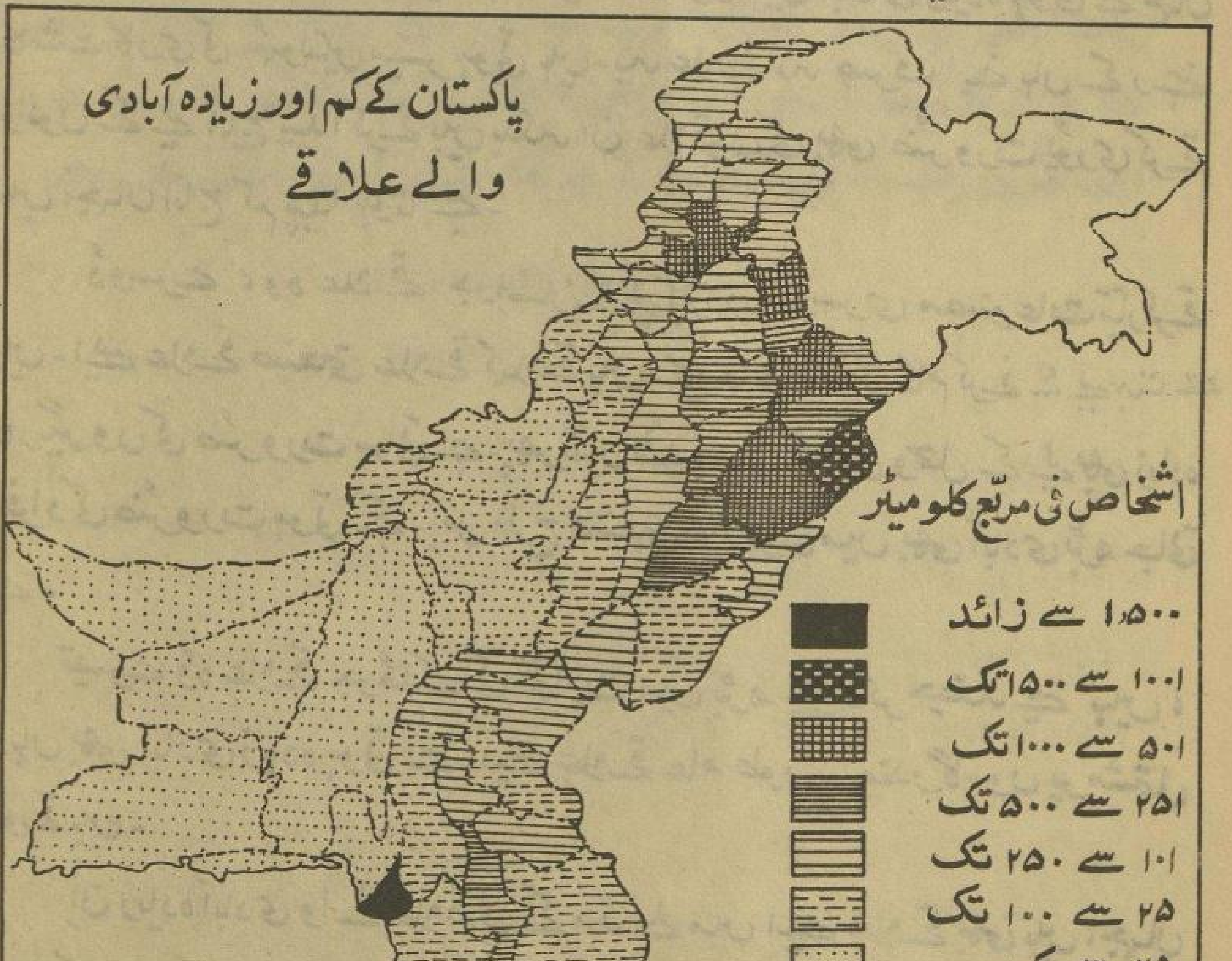

پاکستان میں شمال مغربی پہاڑی علاقے، چولستان اور تھر کے صحرائی علاقے اور صُوبہ بلوچستان میں آبادی کم ہے۔

اب جہاں جہاں معدنیات نکل رہی ہیں، وہاں بھی آبادی زیادہ ہو رہی ہے۔

۱۹۷۲ء کی مردم شماری کے مطابق ہمارے ملک کی کل آبادی تقریباً ساڑھے چھ کروڑ ہے۔ اِن میں تقریباً ساڑھے چار کروڑ لوگ دیہات میں رہتے ہیں اور باقی شہروں میں۔

کِسی مُلک کی ترقی اور خوشحالی اِسی صورت میں ممکن ہے کہ اِس مُلک کے باشندوں کو زندگی کی تمام ضروریات میسّر آئیں۔ اس مُلک کے افراد پڑھے لکھّے ہوں تاکہ وُہ مُلک کی ترقی کے لیے مفید کام کرسکیں۔ مُلکی ترقی کے لیے یہ لازمی ہے کہ آبادی کی نسبت سے اشیائے ضرورت کی پیداوار بھی بڑھائی جائے ورنہ مُلک میں غُربت اور جہالت بڑھ جاتی ہے۔

پیشے

خوش حال زندگی گزارنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مُلک کے تمام لوگ محنت کریں۔ محنت کرنے سے ایک تو اپنے کنبہ کو ضروریاتِ زندگی مہیّا کی جاسکتی ہیں، دُوسرے مُلک کی پیداوار میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اِس طرح مُلک ترقی کرتا ہے۔

پاکستان کے لوگ کافی محنتی ہیں، وُہ قِسم قِسم کے پیشے اختیار کرکے روزی کماتے ہیں۔

کاشتکاری:

کاشت کاری ہمارے مُلک کا سب سے اہم پیشہ ہے۔ کِسان اناج اور دُوسری فصلیں اُگاتے ہیں اور ہم سب کے لیے کھانے کا سامان مہیّا کرتے ہیں۔

زرخیز زمین اور آب پاشی کی سہولتوں کی بدولت صُوبہ پنجاب اور صُوبہ سندھ کے نہری علاقوں اور صُوبہ سرحد میں دریائے کابل کی وادی میں زیادہ تر لوگ اِس پیشے سے تعلق رکھتے ہیں۔

چرواہے مویشی پالتے ہیں۔ مثلاً بھیڑیں۔ بکریاں۔ گائیں۔ بھینسیں اُونٹ وغیرہ۔ مویشیوں سے ہمیں گوشت۔ دُودھ۔ گھی۔ مکھن وغیرہ مِلتا ہے۔ کچھ جانوروں کا چمڑا جُوتے اور دیگر سامان بنانے کے کام آتا ہے۔ جانوروں کی ہڈیاں کھاد بنانے کے

کام آتی ہیں۔

ہمارے ہاں زیادہ تر بھیڑیں اور بکریاں عام طور پر ایسے علاقوں میں پالی جاتی ہیں، جہاں بارش کم ہوتی ہے اور نہری پانی بھی میسّر نہیں۔ ایسے علاقوں میں گھاس اور جڑی بوٹیاں اُگتی ہیں ، بھیڑیں اور بکریاں پالی جاتی ہیں، پاکستان میں چرواہے زیادہ تر مغربی پہاڑی علاقوں میں، صُوبہ بلوچستان میں اور چولستان اور سِندھ کے علاقوں میں مویشی چراتے نظر آتے ہیں۔

کان کنی:

کان کن زمین کے نیچے چُھپے ہُوئے خزانے تلاش کرتے ہیں۔ مثلاً لوہا۔ کوئلہ۔ نمک۔ جپسم وغیرہ۔ کان کن دن رات سطح زمین کے نیچے کام کرتے ہیں اور بہت سی دھاتیں ہمارے استعمال کے لیے نکالتے ہیں۔ ان دھاتوں سے ہمارے بہت سے کام نکلتے ہیں، بلکہ یوں کہیے کہ صنعتی ترقی کا دارومدار دھاتوں کے اِستعمال ہی پر ہے۔ کان کنی کا پیشہ صُوبہ بلوچستان میں اور صُوبہ پنجاب کے پوٹھوہار کے علاقے میں عام ہے۔

ہمارے روزمرّہ استعمال کی بیشتر چیزیں کارخانوں ہی میں بنتی ہیں جہاں بہت سے کاریگر، انجینئروں کی نگرانی میں کام کرتے ہیں اور ہمارے لیے مختلف قسم کی چیزیں تیّار کرتے ہیں۔ مثلاً بڑھئی، لکڑی کا سامان تیّار کرتا ہے، لوہار، لوہے کا سامان بناتا ہے جولاہا، کپڑا بُنتا ہے اور کمہار، مٹی کے برتن بناتے ہیں۔ اِس طرح ہمیں اِستعمال کی چیزیں آسانی سے مِل جاتی ہیں۔

بینکاری:

بینکوں میں روپے کے لین دین کا کام ہوتا ہے۔ بینک ہماری بچت کا روپیہ جمع کر لیتے ہیں۔ پھر یہ روپیہ مختلف کاروبار چلانے کے لیے کمپنیوں کو دے دیتے ہیں۔ اِس طرح ہمارا روپیہ بھی محفوظ رہتا ہے اور مُلک کی ترقی کے کام بھی آتا ہے۔

دیگر پیشے: چند لوگ ایسا پیشہ اختیار کرتے ہیں جِس کے ذریعے وُہ دُوسرے

کارکنوں کی بہتری کے لیے کام کرتے ہیں۔ مثلاً اُستاد۔ ڈاکٹر۔ انجینئر۔ نرس۔ وکیل۔ تاجر بینکار۔ دفتری ملازم۔ سپاہی۔ فوجی وغیرہ۔ اُستاد ہمیں پڑھنا لکھنا سکھاتے ہیں۔ ڈاکٹر ہماری صحت کے متعلق مشورہ دیتے ہیں۔ اگر ہم بیمار ہو جائیں تو یہ علاج کرتے ہیں۔ نرسیں بیماروں کی تیمار داری کرتی ہیں۔ انجینئر مُلک میں مصنوعات اور مشینیں بناتے ہیں جن کی بدولت رہنے سہنے کا معیار بلند ہوتا ہے۔ پولیس والے ہماری جان کی حفاظت کرتے ہیں اور مُلک میں امن وامان قائم کرتے ہیں۔ ہمارے بہادر فوجی مُلک کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ تاجر لوگ سامان کا لین دین کرتے ہیں۔ وُہ دیہات سے اناج وغیرہ خرید کر شہر کی منڈیوں میں لاکر فروخت کرتے ہیں۔ اِسی طرح کارخانوں میں بنا ہُوا سامان بازاروں میں بیچ دیتے ہیں۔ تاجر لوگ مُلک کے ایک علاقے سے سامان لے جاکر دُوسرے علاقے میں بھی فروخت کرتے ہیں۔ بعض تاجر مُلک سے باہر دُوسرے کسی مُلک کے ساتھ بھی سامان کا لین دین کرتے ہیں۔

ہماری زبان

پاکستان ہمارا پیارا وطن ہے۔ ہماری قومی زبان اُردُو ہے۔ اِس لیے ہر پاکستانی اُردُو بولنا، پڑھنا اور لِکھنا سیکھتا ہے۔

قومی زبان کے علاوہ پاکستان کی علاقائی زبانیں بھی ہیں۔ پنجاب میں پنجابی، سِندھ میں سِندھی، بلوچستان میں بلوچی اور صُوبہ سرحد میں پشتو بولی جاتی ہے۔ ہر علاقہ کی الگ الگ زبان ہونے کے باوجُود سب علاقوں کے لوگ ایک دُوسرے سے اُردُو زبان میں بات چیت کر لیتے ہیں۔ اِسی لیے اُردُو زبان کو بہت اہمیّت حاصل ہے۔ بعض لوگ دُوسرے صُوبوں کی علاقائی زبانیں بھی سیکھتے ہیں۔

ہمارا لباس

پاکستان میں علاقائی زبانوں کی طرح علاقائی لباسوں میں بھی معمولی فرق

ہے۔ پنجاب میں مرد قمیص۔ تہہ بند، قمیص۔ شلوار یا کرتہ، شلوار پہنتے ہیں۔ عورتیں قمیص۔ شلوار۔ دوپٹہ یا کرتہ۔ تہہ بند اور دوپٹہ پہنتی ہیں۔ سندھ میں مرد تنگ پائینچے کی شلوار اور قمیص اور عورتیں شلوار، قمیص اور اجرک پہنتی ہیں۔ اجرک ایک موٹی پھول دار چادر کو کہتے ہیں جو عنابی اور سیاہ رنگ میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ عورتیں لمبی قمیص پر سندھی ٹانکے سے پھول کاڑھ لیتی ہیں۔ سندھ کی شیشے کے کام والی ٹوپیاں بہت مشہور ہیں۔ مرد یہ ٹوپیاں شوق سے پہنتے ہیں۔

بلوچستان میں مرد لمبی قمیص اور گھیرے دار شلوار پہنتے ہیں۔ قمیص پر بلوچی ٹانکے سے خوب صورت بیل بوٹے بنانے کا بھی عام رواج ہے۔ سر پر بلوچی کلاہ والی پگڑی ہوتی ہے اور عموماً قمیص کے اوپر واسکٹ بھی پہنتے ہیں جس پر سنہرا کام بنا ہوتا ہے۔ عورتیں لمبی قمیص گھیرے دار تنگ پائینچے کی شلوار اور دوپٹہ پہنتی ہیں۔ تینوں کپڑوں پر بلوچی کشیدہ کاری یا شیشے کا کام بنا ہوتا ہے۔

صوبہ سرحد میں مرد گھیرے دار قمیص۔ گھیرے دار شلوار اور کلاہ والی پگڑی پہنتے ہیں۔ پاؤں میں پشاوری چپل پہننے کا عام رواج ہے۔ عورتیں فراک نما لمبی قمیص پہنتی ہیں اور اُن کے دوپٹے پر اکثر پھول کڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ سرحد کی عورتیں چاندی کے بھاری زیور پہننا بھی پسند کرتی ہیں۔

معمولی علاقائی فرق کے باوجود ملک کے ہر حصے کے لباس بنیادی طور پر ملتے جلتے ہیں اور ایک ہی نظر دیکھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ مرد یا عورت پاکستانی ہے کیونکہ ہر علاقے کے لباس میں خالص اسلامی اقدار، پاکستانی رسم و رواج اور تاریخی روایات کی جھلک نظر آتی ہے۔

مشہور شہر

کراچی: صوبہ سندھ میں کراچی سب سے بڑا شہر ہے۔ یہ بہت بارونق جگہ ہے۔

صنعتی، تجارتی اور تعلیمی مرکز ہے۔ کراچی کے ہوائی اڈے پر اندرون و بیرون مُلک کی پروازوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ کراچی کی بندرگاہ پاکستان کی سب سے زیادہ مشہُور اور اہم بندرگاہ ہے۔ یہاں سے تجارتی اور مسافر بحری جہاز دُوسرے مُلکوں کو جاتے ہیں۔

حیدر آباد:

یہ صُوبہ سندھ کا ایک تاریخی مقام ہے۔ یہ صاف سُتھرا اور کھُلا شہر ہے۔ یہاں ایک یونیورسٹی قائم ہے۔ یہاں کی گلاس فیکٹری بہت مشہور ہے۔

کوئٹہ:

کوئٹہ بلوچستان کا مشہُور شہر اور صدر مقام ہے۔ گرمیوں میں کوئٹے کا موسم بہت خُوش گوار ہوتا ہے اور مُلک کے دُوسرے حصّوں سے بعض لوگ موسم گرما گزارنے کے لیے یہاں آتے ہیں۔ کوئٹہ میں بلوچستان یونیورسٹی حال ہی میں قائم ہُوئی ہے۔

لاہور:

لاہور صُوبہ پنجاب کا صدر مقام ہے۔ یہاں بہت سی تاریخی عمارتیں ہیں جنھیں دیکھنے کے لیے دُور دُور سے سیّاح آتے ہیں۔ ان عمارتوں میں شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد اور شالیمار باغ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اسلام آباد:

اسلام آباد، پاکستان کا صدر مقام ہے۔ یہ نیا شہر ہے۔ بہت صاف سُتھرا اور خُوب صُورت ہے۔ مرکزی حکومت کے بیشتر دفاتر یہیں ہیں۔ غیر مُلکی سفارت خانے بھی یہیں ہیں۔ اِس لیے یہاں بڑی بڑی عالی شان عمارتیں نظر آتی ہیں۔

پشاور:

پشاور صُوبہ سرحد کا صدر مقام ہے۔ یہ پُرانا اور تاریخی شہر ہے۔ اِس کے بازار بڑے بارونق ہیں۔ مشہور درۂ خیبر بھی اس کے نزدیک واقع ہے۔

پاکِستان کے قُدرتی وَسائل اَور اُن کی اہمیّت

کِسی مُلک کی ترقّی کے لیے اچھّے قُدرتی وسائل کا ہونا ضُروری ہے۔

قُدرتی وسائل میں موزوں آب و ہَوا، ہمیشہ بہنے والے دریا، زرخیز زمین جنگلات، زراعت کے لیے سہولتیں، کارآمد حیوانات، معدنیات یعنی کوئلہ، لوہا اور معدنی تیل کے خزانے اور کم قیمت پر بجلی پیدا کرنے کے امکانات شامِل ہیں۔ عُمدہ آب و ہَوا سے مراد یہ ہے کہ وہاں کے موسموں میں اِتنی شدّت نہ ہو کہ انسان کچھُ کام ہی نہ کر سکے اور بارش ایسے مناسب وقت پر ہوتی ہو کہ جنگلات اُگ سکیں اور فصلوں کو پانی مِلتا رہے۔

جنگلات اور ان کی اقسام:

کِسی مُلک کے قُدرتی وسائل میں وہاں کی خُود رَو نباتات یعنی جنگلات بہت اہم ہیں۔ اِن کا انحصار اُس کی سطحِ زمین اور آب و ہَوا پر ہوتا ہے۔ اِس لیے دُنیا کے ہر مُلک کی آب و ہَوا اور سطحِ زمین میں فرق ہونے کی وجہ سے وہاں کی قُدرتی نباتات میں فرق ہے۔ پاکستان کی بھی سطحِ زمین کئی قِسم کی ہے، نیز آب و ہَوا میں بھی فرق ہے، اِس لیے اِس کی قُدرتی نباتات بھی کئی اقسام کی ہیں۔

۱۔ شمال مغربی پہاڑی جنگلات:

یہ جنگلات پاکستان کے شمال مغربی پہاڑی علاقے خاص کر ضلع ہزارہ میں اُگے ہُوئے ہیں۔ اِن میں چیڑ، دیودار، صنوبر اور اخروٹ کے درخت بہت اہم ہیں۔ اِن کی لکڑی عمارتیں اور فرنیچر بنانے کے کام آتی ہے۔ اِن جنگلات سے تھوڑا نیچے کوہستانِ نمک کے علاقے میں کاہو، پھلاہی اور فراش کے درخت عام نظر آتے ہیں۔ اِن میں کاہو کی لکڑی چھڑیاں اور کنگھیاں بنانے کے کام آتی ہے۔

پھلاہی کی لکڑی عام طور پر ہل اور رہٹ بنانے کے کام آتی ہے۔ اِس کی مسواک دانتوں کو چمکاتی ہے اور اِنھیں جلا بخشتی ہے۔

۲۔ میدانی جنگلات:

پاکستان کے میدانی علاقے میں ایسے جنگلات پائے جاتے ہیں جن کے پتّے کم چوڑے اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ اِن میں شیشم، کیکر، پیپل، نیم اور بکائن کے درخت عام ملتے ہیں۔ شیشم کی لکڑی عمارتیں بنانے کے کام آتی ہے۔ کیکر کی لکڑی سے ہَل اور رہٹ بنائے جاتے ہیں۔ کیکر کی چھال چمڑا رنگنے کے کام آتی ہے۔

میدان کے زیادہ خُشک حِصّوں میں جنڈ اور فراش کے درخت عام مِلتے ہیں۔ کریر کی جھاڑیاں بھی نظر آتی ہیں۔ ان کی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے۔ مگر یہ سارے درخت مُلک کی ضرُوریات کے لیے بہت کم ہیں۔ اِس کمی کو پُورا کرنے کے لیے نہری علاقوں میں آب پاشی کی مدد سے نہروں کے کنارے درختوں کے بڑے بڑے ذخیرے قائم کیے گئے ہیں۔ اِن میں شہتوت کے درخت بھی لگائے گئے ہیں۔ اِن پر ریشم کے کیڑے پالے جاتے ہیں۔ شہتوت کی لکڑی کھیلوں کا سامان بنانے کے کام آتی ہے۔ ایسا ایک ذخیرہ لاہور سے کراچی کی جانب تقریباً ۷۰ کلومیٹر کے فاصلے پر چھانگا مانگا میں ہے۔

۳۔ خُشک جھاڑیوں اور گھاس کے عِلاقے:

جِن علاقوں میں بارش کم ہوتی ہے وہاں خُشک قِسم کے درخت، خُشک جھاڑیاں اور گھاس اُگتی ہے۔ یہ گھاس اور جھاڑیاں پاکستان میں صُوبہ بلوچستان اور صُوبہ سرحد کے مغربی حِصّے میں اُگتی ہیں۔ اِن علاقوں میں پالی جانے والی بھیڑ بکریوں کا گزارا اِنھیں پر ہوتا ہے۔

۴۔ ریگستانی علاقے:

صُوبہ سِندھ کے مشرقی اور پنجاب کے مغربی اور جنوبی عِلاقے اور

بلوچستان کے اندرونی حصّوں میں بارش کی کمی کی وجہ سے کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ سارے کا سارا علاقہ چٹیل میدان اور ریگستان ہے۔ کہیں کہیں کانٹے دار جھاڑیاں اُگتی ہیں اور جہاں کہیں پانی مِل جاتا ہے، کھجور کے جھنڈ نظر آتے ہیں۔

جنگلات سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ان سے ہَوا میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے جو بارش برسانے میں مدد دیتی ہے۔ جنگلات میں گھاس عام اُگتی ہے جس پر بے شُمار مویشی پلتے ہیں۔ اس میں طرح طرح کی جڑی بُوٹیاں بھی اُگتی ہیں جن سے دوائیں تیّار کی جاتی ہیں۔ جنگلات سے عُمدہ قِسم کی لکڑی حاصل ہوتی ہے جو مکانوں کے دروازے، کھڑکیاں، روشن دان اور الماریاں تیّار کرنے کے کام آتی ہے۔ درختوں سے تارپین کا تیل اور گندہ بروزہ حاصِل ہوتا ہے۔ جنگلات میں کئی مفید جانور بھی مِلتے ہیں جن کا شکار کیا جاتا ہے۔

پاکستان کی کئی دستکاریوں کا انحصار جنگلات پر ہے مثلاً گندہ بروزہ جو چیل کے درخت کا رَس ہوتا ہے، کو صاف کر کے تارپین کا تیل بنایا جاتا ہے۔ اِس سے وارنش بھی بنایا جاتا ہے جسے گھر کے دروازوں اور فرنیچر چمکانے کے لیے اِستعمال کیا جاتا ہے۔ اِس سے صابن اور بُوٹ پالش بھی بنائی جاتی ہے۔ لاہور سے تقریباً ۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر جلّو میں گندہ بروزہ صاف کرنے کے کارخانے ہیں۔ اِسی طرح دیاسلائی کے کارخانے شاہدرہ اور لاہور میں قائم ہیں۔ دیاسلائی کی تیلیاں اور ڈبیہ خاص قِسم کی لکڑی سے بنتی ہے جو اِنھیں جنگلات سے حاصل ہوتی ہے۔

جنگلات کی لکڑی سے کھیلوں کا سامان مثلاً بلّا، ہاکی اور ریکٹ وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ چھانگا مانگا کے جنگلات سے اِس سامان کے لیے شہتُوت کی نرم لکڑی بہت مِل جاتی ہے۔ سیالکوٹ میں یہ سامان بہت عُمدہ قِسم

کا بنایا جاتا ہے اور دُوسرے مُلکوں میں بھیجا جاتا ہے۔

گجرات اور لاہور میں بہت عُمدہ قِسم کا فرنیچر بنتا ہے جو شیشم کی مضبُوط لکڑی سے تیّار کیا جاتا ہے۔ یہ لکڑی میدانی جنگلات سے حاصل ہوتی ہے۔

صحرائی علاقوں میں کھجُور کے جُھنڈ اکثر نظر آتے ہیں۔ اِن کے پتّوں سے گھریلو اِستعمال کے لیے چنگیریں، چٹائیاں اور ٹوکریاں بنائی جاتی ہیں۔ الغرض جنگلات نہ صِرف گھروں میں جلانے والی لکڑی مُہیّا کرتے ہیں بلکہ بہت سی دستکاریوں کا انحصار ان پر ہے۔ اس کے علاوہ جنگلات سے غریب لوگوں کو مزدوری بھی مِل جاتی ہے مثلاً لکڑی کاٹنے کا کام، اِسے چیرنا اور پھر منڈیوں تک پہنچانا۔ یہی وجہ ہے کہ جنگلات ہمارے مُلک کے لیے بہت اہم ہیں۔

آب پاشی

آب پاشی سے مراد مصنوعی طریقے سے فصلوں کو پانی دینا ہے۔ آب پاشی کو پاکستان میں بہت اہمیّت حاصل ہے۔ ہمارے مُلک میں بارش کم ہوتی ہے۔ اِس لیے فصلوں کی کاشت کے لیے آب پاشی کا سہارا لیا جاتا ہے۔ پاکستان میں آب پاشی کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں۔

۱۔ نہریں (۲) کنوئیں (۳) چھوٹے بند اور تالاب (۴) کاریز

۱۔ نہریں

پاکستان کو پانچ بڑے دریا، سِندھ، جہلم، چناب، راوی اور ستلج سیراب کرتے ہیں۔ ان میں سے آب پاشی کے لیے نہریں نکالی گئی ہیں۔ پاکستان کے یہ دریا دو وجوہات کی بنا پر نہریں نکالنے کے لیے بہت موزوں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دریا برفانی پہاڑوں سے نکلتے ہیں، اِس لیے سارا سال بہتے رہتے ہیں؛ دُوسرے زمین کی ڈھلان ایک ہی طرف ہونے کی وجہ سے یہ دریا شمال مشرق سے جنُوب مغرب کی طرف بہتے ہیں۔ دریا سُست رفتار ہیں اِس لیے نہروں میں پانی بھی آہستہ آہستہ بہتا ہے جِس سے کھیتوں کو پانی دینے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کِہ نہروں کا پانی صُوبہ پنجاب اور صُوبہ سِندھ کے اکثر حِصّوں میں پہنچ جاتا ہے جِس سے فصلوں کی پَیداوار بڑھانے میں مدد ملتی ہے۔ بڑی نہریں سینکڑوں مربع کلومیٹر علاقے کو سیراب کرتی ہے

پانی کے بہاؤ اور استعمال کے لحاظ سے پاکستان میں چار قِسم کی نہریں ہیں۔

ا۔ سیلابی نہریں (ب) دوامی نہریں (ج) غیر دوامی نہریں (د) رابطہ نہریں۔

(ا) سیلابی نہریں:

ان نہروں میں صرف سیلاب کے دِنوں میں پانی آتا ہے۔ بارش کے بعد جب دریاؤں کا پانی چڑھ جاتا ہے تو یہ نہریں خُودِ بخُود چلنے لگتی ہیں۔ ایسی نہریں زیادہ تر ڈیرہ غازی خاں اور مظفر گڑھ کے ضلعوں میں ہیں۔

(ب) دوامی نہریں:

یہ نہریں دریاؤں پر بند باندھ کر نکالی گئی ہیں اور سارا سال چلتی رہتی ہیں۔ بند کے ذریعے دریا کے پانی کو روک لیا جاتا ہے جس سے پانی کی سطح نہر کے مُنہ تک بلند ہو جاتی ہے اور دریا کا پانی خُودِ بخُود اس نہر میں بہنے لگتا ہے۔ بند میں ایسے دروازے بھی بنا دیے جاتے ہیں جنھیں اگر پانی کو روکنا ہو تو بند کر دیا جاتا ہے اور جتنی ضرُورت ہو اُس کے مطابق پانی نہر میں چھوڑا جا سکتا ہے۔ ان بندوں کو بیراج کہتے ہیں۔ اِن میں زیادہ مشہُور بیراج مندرجہ ذیل ہیں۔

جناح بیراج:

دریائے سِندھ پر کالا باغ کے قریب ایک بند باندھا گیا ہے جِسے جناح بیراج کہتے ہیں۔ اِس سے نہریں نکالی گئی ہیں جو تھل کے شمال مغربی حِصّے کو سیراب کرتی ہیں۔ اِن نہروں کی بدولت تھل کا کافی علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا ہے۔

تونسہ بیراج:

دریائے سِندھ پر تونسہ کے مقام پر بند باندھا گیا ہے جِسے تونسہ بیراج کہتے ہیں۔ یہاں سے جو نہریں نکالی گئی ہیں وُہ ڈیرہ غازی خاں اور مظفر گڑھ کے ضِلعوں کو سیراب کرتی ہیں۔

گدّو بیراج:

اِسی طرح ایک بند گدّو کے مقام پر باندھا گیا ہے جِسے گدّو بیراج کہتے ہیں۔ اِس سے سکھر، روہڑی اور جیکب آباد کے کھیتوں کو پانی دیا

جاتا ہے۔

سکھر بیراج:

سکھر بیراج، دریائے سندھ پر سکھر کے قریب واقع ہے یہ بیراج تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر لمبا ہے اور دُنیا کے بڑے بڑے بیراجوں میں شمار ہوتا ہے۔ اِس میں سے سات نہریں نکالی گئی ہیں جو تقریباً ۵۰ لاکھ ایکڑ رقبے کو سیراب کرتی ہیں۔

کوٹری بیراج:

یہ بیراج حیدرآباد کے نزدیک کوٹری کے مقام پر بنایا گیا ہے۔اس سے کوٹری، حیدرآباد اور کراچی کے علاقے سیراب کیے جاتے ہیں۔

صُوبہ پنجاب کی اہم نہریں مندرجہ ذیل ہیں۔

نہر اپر جہلم، نہر لوئر جہلم، نہر اپر چناب، نہر لوئر چناب، نہر اپر باری دوآب، نہر لوئر باری دوآب، اسلام اور پنجند سے نکالی جانے والی دریائے ستلج کی نہریں۔ ان نہروں کی بدولت پنجاب کے بیشتر علاقے میں کھیتی باڑی ہوتی ہے۔

صُوبہ سرحد میں دریائے کابل پر وارسک کے مقام پر بند باندھ کر دو نہریں نکالی گئی ہیں۔ دریائے سوات سے بھی دو نہریں نکال کر پشاور کے میدان کو سیراب کیا گیا ہے۔

(ج) غیر دوامی نہریں:

یہ ایسی نہریں ہیں جو برسات کے موسم میں تو خُوب چلتی ہیں کیونکہ ان دِنوں دریاؤں میں پانی کافی ہوتا ہے۔ مگر اِنھیں صِرف اِتنے دن ہی استعمال کیا جا سکتا ہے، جتنے دِن دریاؤں میں پانی کافی مقدار میں ہو۔ جیسے ہی دریاؤں کا پانی کم ہُوا، یہ نہریں بھی سُوکھ جاتی ہیں۔

(د) رابطہ نہریں:

یہ نہریں مددگار نہریں بھی کہلاتی ہیں مثلاً کسی نہر میں پانی کم ہو

پاکستان کے ذرائع آبپاشی

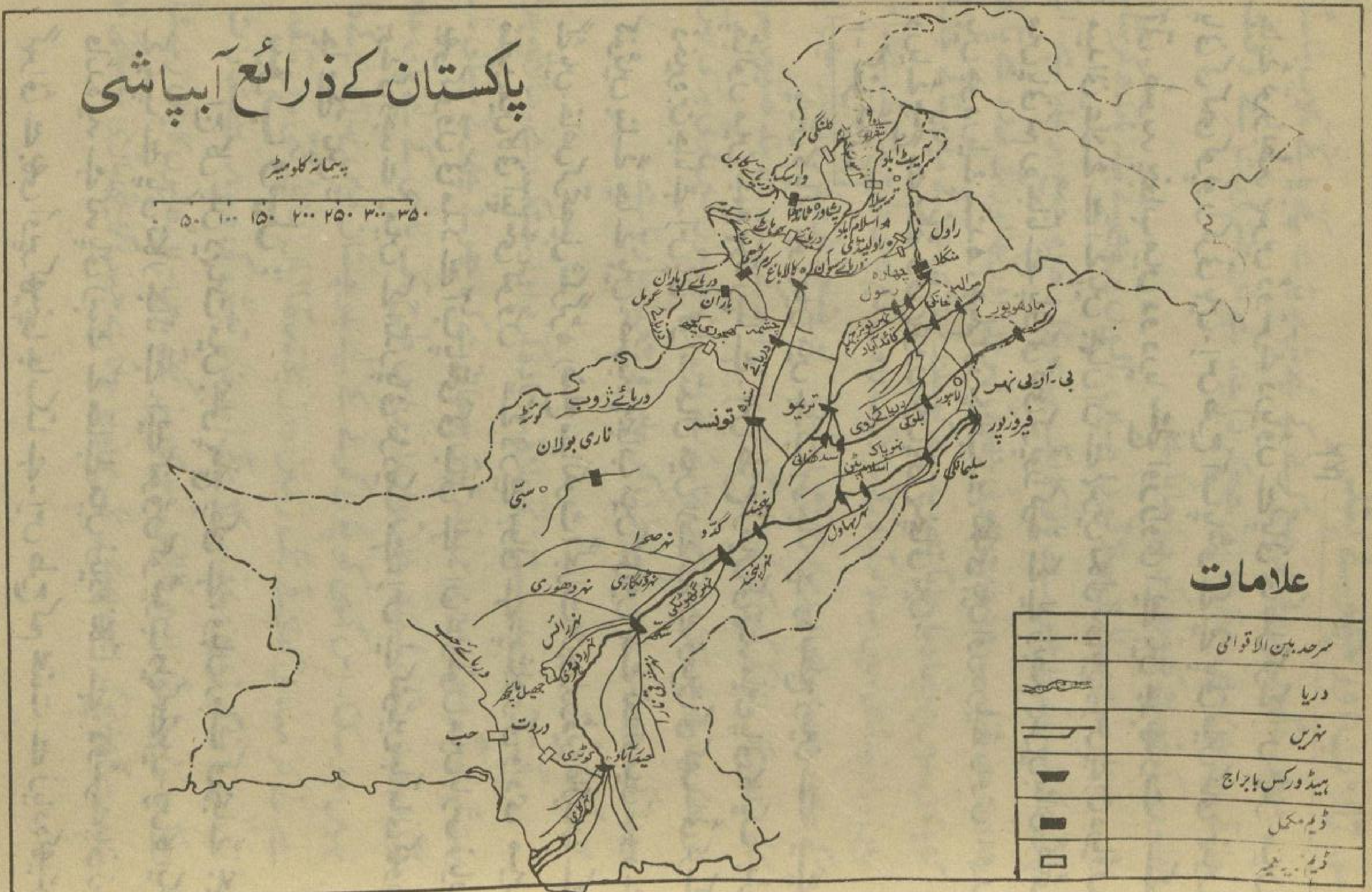

جائے تو رابطہ نہریں دُوسرے دریاؤں سے پانی حاصل کر کے اِس نہر میں پانی کی کمی کو پُورا کرتی ہیں۔ اِس طرح آب پاشی کے لیے پانی میں کمی نہیں آتی۔ صُوبہ پنجاب میں دو دریا ستلُج اور راوی ایسے ہیں جو بھارت کے میدانی علاقے سے آتے ہیں جہاں ان سے نہریں نکالی گئی ہیں۔ اِس لیے اِن دریاؤں میں پانی کم رہ جاتا ہے۔ پانی کی کمی کو پُورا کرنے کے لیے رابطہ نہریں بنائی گئی ہیں جو دریائے سِندھ، جہلم اور چناب سے نکلتی ہیں اور دریائے راوی اور دریائے ستلُج سے نِکلنے والی نہروں میں پانی پہنچاتی ہیں۔

۲۔ کنوئیں

بارش کا پانی جو زمین میں جذب ہو جاتا ہے، وہ سطح زمین سے نیچے چٹانوں میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ اِس طرح زمین کی تہہ میں پانی کا ایک بڑا ذخیرہ بن جاتا ہے۔ اِس پانی کو استعمال میں لانے کے لیے زمین کی کھدائی کر کے کنوئیں بنائے جاتے ہیں۔ صُوبہ پنجاب میں کنوئیں بہت تعداد میں کھودے گئے ہیں۔ خاص کر تحصیل شکرگڑھ (ضلع سیالکوٹ) گجرات، لاہور اور ڈیرہ غازیخاں کے ضلعوں میں کافی آبپاشی کنوؤں کے ذریعے ہوتی ہے۔ پشاور کی وادی میں بھی کنوؤں کی مدد سے آب پاشی کی جاتی ہے۔ ان علاقوں میں بارش زیادہ ہونے کی وجہ سے زمین کے اندر پانی نزدیک ہے، اِس لیے کنوئیں باآسانی کھودے جا سکتے ہیں۔

ٹیوب ویل :

آج کل جن دیہات میں بجلی پہنچ چُکی ہے، وہاں رہٹ کی بجائے بجلی کے پمپ سے پانی نکالا جاتا ہے۔ ایسے کنوؤں کو ٹیوب ویل کہتے ہیں۔ اِس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ پانی رہٹ کے مقابلے میں زیادہ نکلتا ہے، دُوسرے پانی زیادہ گہرائی سے بھی اُوپر کھینچا جا سکتا ہے۔ اِس طرح کم محنت سے زیادہ کھیتوں کو پانی مِل جاتا ہے۔

۳- تالاب اور چھوٹے بند

بعض جگہوں پر پانی کو جمع کرنے کے لیے بڑے بڑے کچّے یا پکّے تالاب بنائے جاتے ہیں جن میں بارش کا پانی جمع کر لیا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت کھالوں کے ذریعے کھیتوں کو دیا جاتا ہے۔

اِسی طرح پہاڑی علاقوں میں نالوں پر چھوٹے بند باندھ کر بہتا ہُوا پانی روک لیا جاتا ہے جِس سے پانی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ ان بندوں سے مناسب وقت پر چھوٹی چھوٹی نہروں اور کھالوں کی مدد سے پانی کھیتوں میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ بند کم بلند پہاڑی علاقے میں بنائے جاتے ہیں۔ راولپنڈی میں اِسلام آباد کے نزدیک راول ڈیم اِسی طرح بنایا گیا ہے۔ اِس کے علاوہ صُوبہ پنجاب میں ضِلع اٹک اور ضِلع ڈیرہ غازی خاں میں ایسے کئی بند بنا کر پانی کی کمی کو پُورا کیا گیا ہے۔ اِس قِسم کے بہت سے بند صُوبہ سرحد اور صُوبہ بلوچستان میں بھی بنائے گئے ہیں۔ اِن صُوبوں میں کوئی بڑی نہر نہ ہونے کی وجہ سے چھوٹے بندوں کو عام رواج دیا جا رہا ہے۔

۴- کاریز:

پاکستان میں بلوچستان کا علاقہ زیادہ گرم اور خُشک ہے۔ سالانہ بارش بہت کم ہے۔ گرمیوں میں اِس قدر تپش ہو جاتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے برساتی نالے تو کیا جھیلوں تک سُوکھ جاتی ہیں اور اس طرح آب پاشی کے لیے پانی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اِس کمی کو پُورا کرنے کے لیے بلوچستان میں پہاڑوں کے دامن سے لے کر میدانی علاقے تک زمین دوز پختہ کھالیاں بنائی گئی ہیں تاکہ نہ تو اس پانی کو زمین جذب کر سکے اور نہ تپش کی وجہ سے بخارات بن سکے یا اُڑ جائے۔ ایسی کھالیوں کو کاریز کہتے ہیں۔ ان کھالیوں کا پانی رہٹ کی مدد سے کھینچ کر ایسے کھیتوں تک پہنچایا جاتا ہے جہاں کھیتی باڑی ہو سکتی ہو۔

زرعی پیداوار

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مُلک کے تقریباً ۷۰ فی صد لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔ اِن میں اکثریّت کا پیشہ کھیتی باڑی ہے۔ کِسان دن رات فصلیں اُگانے میں لگے رہتے ہیں مگر اِس کے باوجود مُلک میں غلّے کی کمی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ مُلک کی آبادی روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہے۔ دُوسرے بعض زمینیں تھوز اور سیم کا شکار ہوگئی ہیں۔ بعض علاقے ابھی تک بنجر پڑے ہیں جن پر ابھی تک کھیتی باڑی نہیں کی گئی۔ مگر وہ دن دُور نہیں جب غلّے کی کمی کو پُورا کر لیا جائے گا کیونکہ بنجر زمین پر اگر تھوڑی سی محنت کی جائے تو اُسے ٹھیک کرکے کھیتی باڑی کے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ اس کی زرخیزی کو بڑھانے کے لیے اچّھی قِسم کی کھاد مِل جاتی ہے نیز ٹیوب ویل لگا کر ایسی زمین کو پانی دیا جاسکتا ہے۔ اچّھی قِسم کا بیج بو کر بہتر فصل تیّار کی جاسکتی ہے۔ یہ سب کچُھ محنت کے ساتھ ہے۔

آپ نے اکثر ریڈیو پر سُنا ہوگا کہ "دب دب کے واہ بیلیا رج رج کے کھا"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زمین پر جتنی زیادہ محنت کی جائے گی، اُتنی ہی فصل اچّھی ہوگی اور اِس طرح غلّے کی کمی کو پُورا کر لیا جائے گا۔

آئیے اب پاکستان کی اہم فصلوں کے بارے میں پڑھیں۔ پاکستان میں دو طرح کی فصلیں بوئی جاتی ہیں۔ ایک فصلِ خریف اور دُوسری فصلِ ربیع۔

فصلِ خریف:

یہ فصل گرمیوں کے شرُوع یعنی اپریل سے جون تک بوئی جاتی ہے اور اکتوبر اور نومبر میں پک کر تیّار ہوجاتی ہے جس کے بعد اسے کاٹ لیا جاتا ہے۔

ایسی فصلوں کے لیے زیادہ درجۂ حرارت اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے
ان فصلوں میں کپاس، چاول، گنا اور مکئی زیادہ اہم ہیں۔

فصلِ ربیع :

اکتوبر اور نومبر میں برسات کی بارش کے فوراً بعد اس فصل کی بوائی کی جاتی ہے اور اپریل اور مئی میں کاٹ لی جاتی ہے۔اِس میں ایسی فصلیں شامل ہیں جِن کو نہ زیادہ نمی کی ضرُورت ہوتی ہے، نہ زیادہ درجہ حرارت کی۔ یہ فصلیں گندم، چنا، جو اور روغنی بیج ہیں۔ اس کے علاوہ سبزیاں اور پھل بھی اُگائے جاتے ہیں۔

پاکستان کی اہم فصلوں کا مختصر حال درج ذیل ہے۔

کپاس : پاکستان کی بہت قیمتی فصل ہے۔ یہ فصل زرخیز زمین میں خُوب پھلتی پُھولتی ہے۔ ملتان، وہاڑی، ساہیوال، فیصل آباد، جھنگ، سرگودھا، بہاولنگر، رحیم یار خاں، نواب شاہ، حیدرآباد، تھرپارکر، سانگھڑ، پشاور اور کوہاٹ کے اضلاع اس کی پیداوار کے لیے مشہُور ہیں۔ پاکستان میں عام طور پر دو طرح کی کپاس ہوتی ہے۔ایک چھوٹے ریشے والی دیسی کپاس اور دوسری امریکن، جس کا ریشہ لمبا ہوتا ہے۔ اسے 'نرما' بھی کہتے ہیں۔ دیسی کپاس تو گدے اور تکیے بھرنے کے کام آتی ہے۔ نیز دیہات میں کھڈّیوں پر اِس سے دریاں اور کھیس تیّار کیے جاتے ہیں۔ مگر امریکن کپاس سے چونکہ باریک باریک دھاگا نکالا جاسکتا ہے اور اس کا ریشہ بھی لمبا ہوتا ہے، اس لیے اِس سے بہترین قِسم کا دھاگا اور کپڑا تیار کیا جاتا ہے۔

پاکستان کپاس دُوسرے مُلکوں کو برآمد بھی کرتا ہے۔کپاس کی گانٹھیں کراچی کی بندرگاہ سے دُوسرے مُلکوں کو بھیجی جاتی ہیں۔ اس کی تجارت سے پاکستان کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔کپاس کے بدلے دُوسرے مُلکوں سے مشینری وغیرہ منگوائی جاتی ہے۔

چاول:

چاول پاکستان کی ایک اہم فصلِ خریف ہے۔ اِس فصل کی کاشت کے لئے زرخیز مٹی اور زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے، اِس لیے اسے پاکستان کے نہری علاقوں میں کاشت کیا جاتا ہے۔ پنجاب میں اس کی کاشت کے لیے گوجرانوالا، سیالکوٹ، شیخوپورہ، فیصل آباد اور لاہور کے اضلاع زیادہ مشہور ہیں۔ اب چاول کی کاشت سرگودھا، جھنگ اور گجرات کے اضلاع میں بھی شروع ہوگئی ہے۔

چاول صوبہ سندھ میں لاڑکانہ، جیکب آباد اور سکھر میں بکثرت کاشت کیے جاتے ہیں۔ صوبہ سرحد کے دامنی علاقوں میں بھی کہیں کہیں چاول کاشت کیے جاتے ہیں۔

گنّا:

یہ پاکستان کی ایک اور اہم فصلِ خریف ہے۔ اس کی کاشت فروری کے مہینے میں شروع ہوتی ہے۔ اِس کی کاشت کے لیے بھی زرخیز زمین اور زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ صوبہ پنجاب میں اس کی کاشت زیادہ تر سیالکوٹ، گوجرانوالا، لاہور، قصور، سرگودھا، جھنگ، گجرات، ملتان، وہاڑی اور فیصل آباد کے نہری علاقوں میں ہوتی ہے۔ صوبہ سرحد میں پشاور بنوں اور مردان کے اضلاع اس کی کاشت کے خاص علاقے ہیں۔ اس لیے اِس کی رَس سے کھانڈ بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ مردان میں قائم ہے۔ صوبہ سندھ میں اب نواب شاہ میں گنّے کی فصل کی کاشت کی طرف خاص توجّہ دی جارہی ہے۔ صوبہ سندھ میں دادو، لاڑکانہ اورحیدرآباد کے نہری علاقوں میں بھی اب گنّا بکثرت کاشت ہوتا ہے۔

مکئی:

مکئی کا پودا بہت نرم ونازک ہوتا ہے۔ اِس کی کاشت کے لیے زیادہ بارش اور

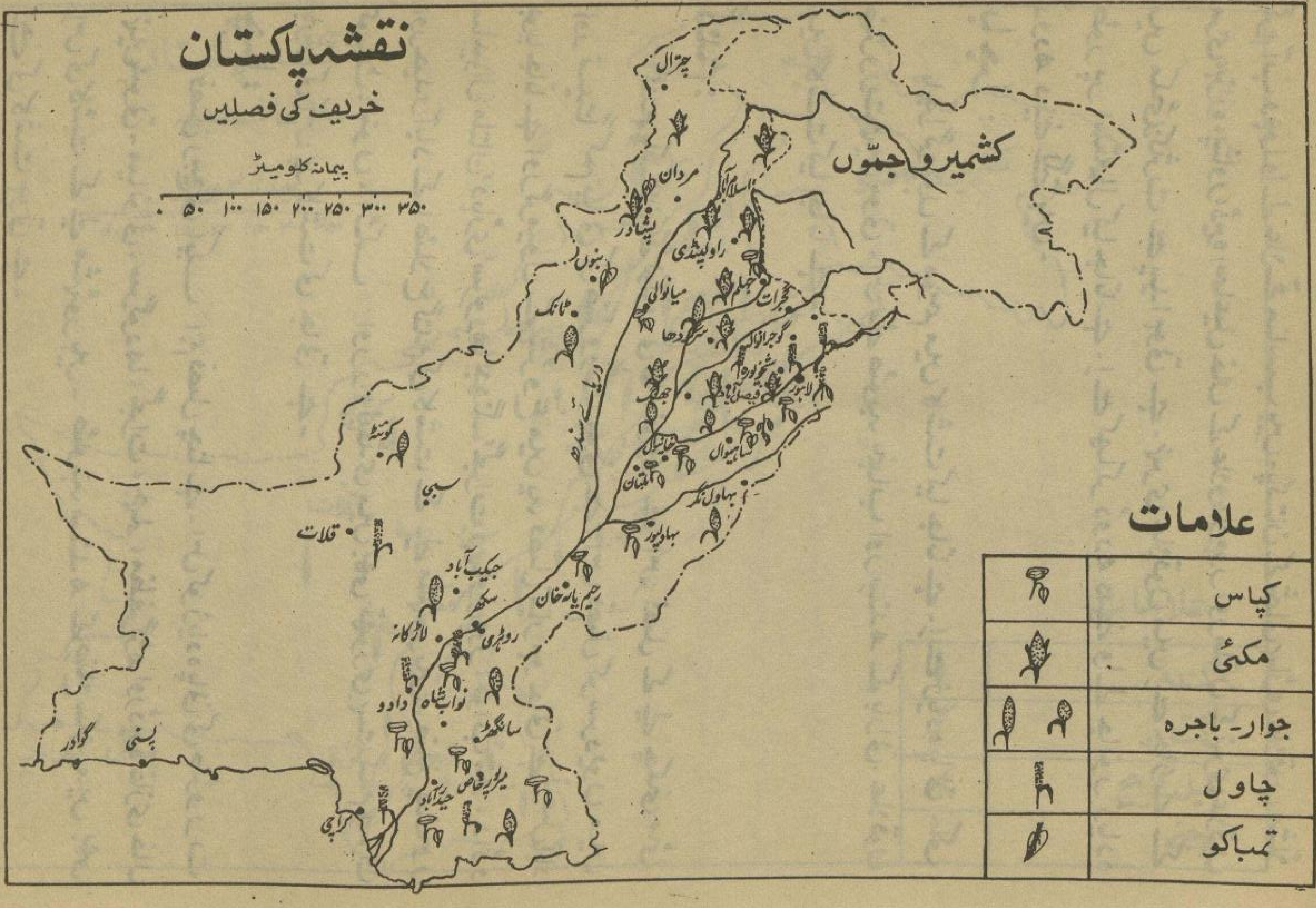
نقشہ پاکستان
خریف کی فصلیں
بیمانہ کلومیٹر
۰ ۵۰ ۱۰۰ ۱۵۰ ۲۰۰ ۲۵۰ ۳۰۰ ۳۵۰
کشمیر و جموں
چترال
مردان
پشاور
اسلام آباد
راولپنڈی
بنوں
ٹانک
میانوالی
جہلم
گجرات
سرگودھا
گوجرانوالہ
شیخوپورہ
لاہور
فیصل آباد
جھنگ
دریائے سندھ
ساہیوال
ملتان
بہاول نگر
بہاولپور
رحیم یار خان
کوئٹہ
سبی
قلات
جیکب آباد
سکھر
لاڑکانہ
روہڑی
نواب شاہ
دادو
سانگھڑ
میرپور خاص
حیدرآباد
کراچی
پسنی
گوادر
علامات
کپاس
مکئی
جوار - باجرہ
چاول
تمباکو

گرم آب وہوا والے علاقے مناسب ہیں -پاکستان کے شمالی پہاڑی علاقوں مثلاً مری، ہزارہ، پشاور، ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاوہ لاہور اور ملتان کے نہری علاقوں میں مکئی کثرت سے پیدا ہوتی ہے- نہری علاقوں میں اسے چارے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے- اِسے کھا کر دُودھ دینے والے جانور زیادہ دُودھ دینے لگتے ہیں-

باجرا:

باجرا گرمیوں کے موسم میں کاشت کیا جاتا ہے- اِسے زیادہ پانی کی ضرُورت نہیں ہوتی، اِس لیے صُوبہ پنجاب اور سِندھ کے بارانی علاقوں میں کاشت کیا جاتا ہے-

گندم:

گندم پاکستان کے لوگوں کی عام خوراک ہے- اِس فصل کے لیے چکنی مٹی اور نسبتاً کم پانی کی ضرُورت ہوتی ہے- اس فصل کو سردیوں میں بویا جاتا ہے اور گرمیوں کے شرُوع میں یہ فصل تیار ہو جاتی ہے فیصل آباد ساہیوال، ملتان، وہاڑی، سرگودھا، جھنگ، گجرات، بہاول پور، نواب شاہ، دادُو اور حیدر آباد کے اضلاع گندم کی کاشت کے لیے مشہُور ہیں- ضلع پشاور، کوہاٹ، بنوں، اٹک اور راولپنڈی میں بھی تھوڑی بہت گندم صِرف بارش کی آس پر کاشت کی جاتی ہے-

چنا:

فصلِ ربیع کی ایک اہم فصل چنا ہے- اس کو زیادہ پانی کی ضرُورت نہیں ہوتی- میانوالی، سرگودھا، گجرات، جہلم، مظفرگڑھ اور ڈیرہ غازی خاں اِس کی کاشت کے لیے مشہُور ہیں- صُوبہ سِندھ کے ضِلع سکھر میں بھی چنے کی کاشت ہوتی ہے-

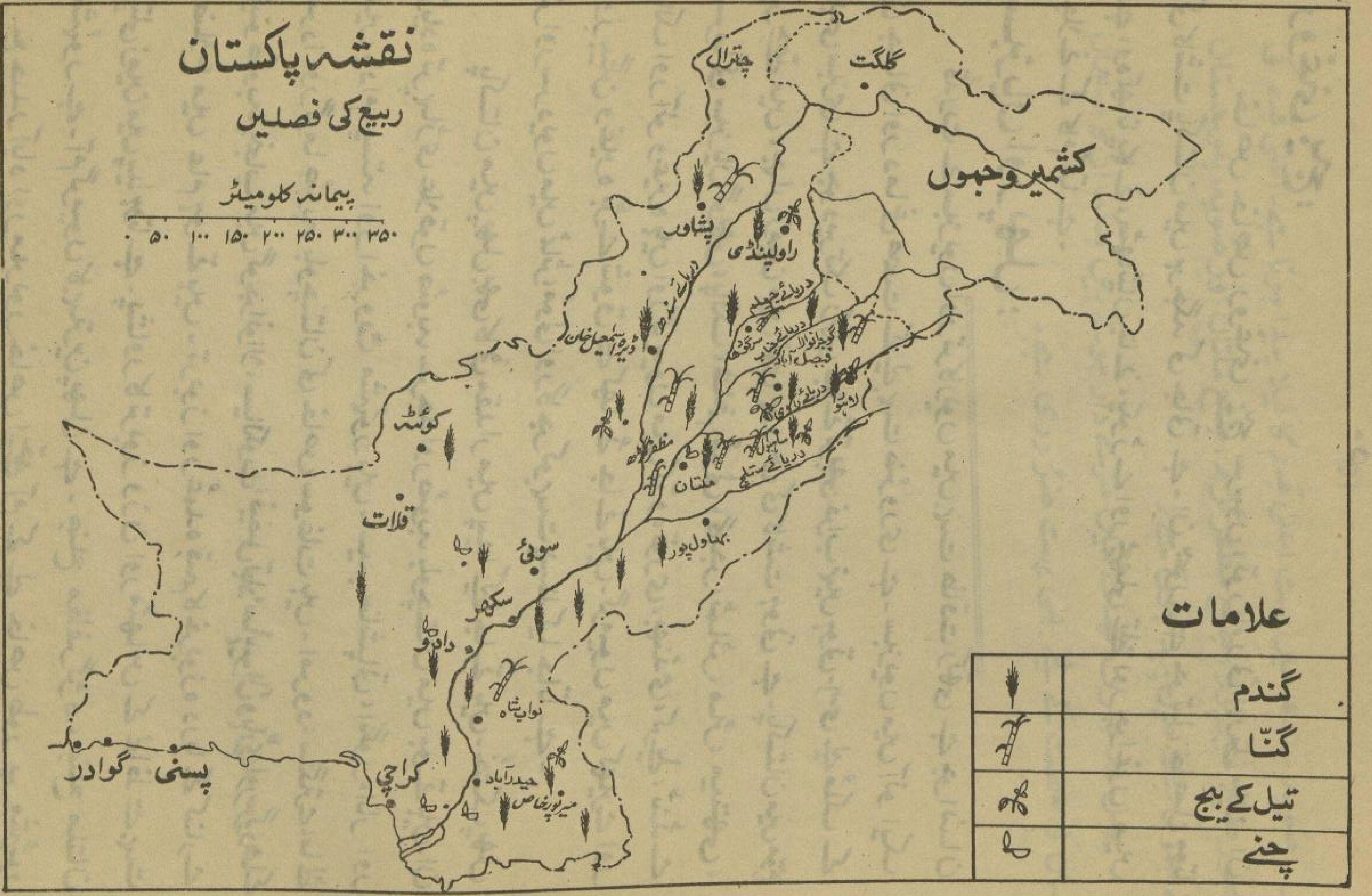

نقشہ پاکستان
ربیع کی فصلیں
پیمانہ کلومیٹر
۰ ۵۰ ۱۰۰ ۱۵۰ ۲۰۰ ۲۵۰ ۳۰۰ ۳۵۰
چترال
گلگت
کشمیر و جموں
پشاور
راولپنڈی
دریائے سندھ
ڈیرہ اسمٰعیل خان
دریائے جہلم
سرگودھا
گوجرانوالہ
فیصل آباد
لاہور
دریائے راوی
ساہیوال
دریائے ستلج
ملتان
مظفرگڑھ
بہاولپور
کوئٹہ
قلات
سبی
سکھر
دادو
نوابشاہ
حیدرآباد
میرپورخاص
کراچی
پسنی
گوادر
علامات
گندم
گنّا
تیل کے بیج
چنے

روغنی بیج:

خاص خاص روغنی بیج سرسوں، توریا، رائی اور تل ہیں۔ ان کی کاشت پاکستان میں ہر جگہ کی جاتی ہے۔ ان بیجوں سے جو تیل حاصل ہوتا ہے، وہ کھانا پکانے، مٹھائیاں بنانے، پکوڑے اور مچھلی تلنے اور چراغوں میں جلانے کے کام آتا ہے۔

سبزیاں اور پھل:

قُدرت نے سبزیوں اور ترکاریوں میں بہت طاقت رکھی ہے جو انسان کی جسمانی اور دماغی صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔ سبزیوں میں آلو ایک ایسی سبزی ہے جو دیر تک رکھی جائے تو بھی خراب نہیں ہوتی۔ اِسی لیے مُلک کے ہر حِصّے میں، جہاں زمین میں نمی ہو، اس کی کاشت ہوتی ہے۔ پاکستان میں موسِم سرما کی سبزیاں گوبھی، پالک، شلغم، مُولی، گاجر، ٹماٹر، مٹر، میتھی، پالک اور آلو وغیرہ ہیں اور گرمیوں میں کدّو، توری، بھنڈی، کریلے، ٹنڈے اور بینگن وغیرہ بڑے شوق سے کھائے جاتے ہیں۔ گرمیوں میں کھیرے اور تر اور سردیوں میں ٹماٹر، مُولی اور گاجر کو بہت پسند کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں پھل بھی کافی مقدار میں پیدا کیے جاتے ہیں۔ خُشک پھل زیادہ تر پہاڑی علاقوں صُوبہ سرحد اور صُوبہ بلوچستان میں ہوتے ہیں۔ ان میں بادام، پستہ اور اخروٹ مشہُور ہیں۔ سیب، ناشپاتی، انگور، انار اور سردا اور گرما صُوبہ بلوچستان کی خاص سوغات ہیں۔ امرود، سنگترے، مالٹے، کینو صُوبہ پنجاب میں گوجرانوالا، سیالکوٹ، فیصل آباد، ساہیوال، وہاڑی اور سرگودھا کے اضلاع میں عام ہوتے ہیں۔ تربوز اور عُمدہ قِسم کا خربوزہ دریا کے کنارے ریتلی زمین میں پیدا ہوتا ہے۔ پشاور کا تربوز وزن اور مٹھاس کے لحاظ سے بہت مشہُور ہے۔ آم گرمیوں کا بہترین پھل ہے۔ ضِلع مظفر گڑھ، ضِلع ملتان، ضِلع حیدر آباد اور میر پور خاص اچھے آم کے لیے خاص طور پر مشہُور

ہیں۔ صُوبہ سِندھ میں بہت اعلیٰ قِسم کا کیلا پیدا ہوتا ہے۔ اعلیٰ قِسم کی کھجُور ضِلع خیرپور، ضِلع مظفرگڑھ، ضِلع ملتان اور صُوبہ بلوچستان کے جنوبی حِصّے میں پَیدا ہوتی ہے۔

پھل نہ صِرف کھانے میں مزے دار ہوتے ہیں بلکہ ان کا استعمال انسان کی صحت کے لیے بھی بہت ضرُوری ہے۔

معدنیات اور طاقتی وسائل

زمین کے اندر چُھپے ہُوئے خزانے جنھیں ہم معدنیات کہتے ہیں، نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے تاکہ پاکستان زراعتی میدان کے ساتھ ساتھ صنعتی میدان میں بھی ترقّی کر سکے۔ حکومت اِس طرف خاص توجہ دے رہی ہے اور اُمید ہے کہ جلد ہی مزید معدنیات دریافت ہوں گی۔

پاکستان کی مشہور معدنیات یہ ہیں۔

پتّھر کا کوئلہ :

پتھر کا کوئلہ کارخانوں میں بطور ایندھن اِستعمال ہوتا ہے۔ پنجاب میں ڈنڈوٹ مکڑوال۔ صوبہ سرحد میں فلاخیل۔ بلوچستان میں ڈگی، ہرنائی۔ شارگ، مچھ، ڈگاری۔ سندھ میں لکھڑا جھمپیر۔ منگ۔ ضلع جہلم اور ضلع میانوالی میں نکالا جاتا ہے۔ صوبہ سندھ میں بھی تھوڑا سا کوئلہ نکلتا ہے۔ صُوبہ سرحد اور صُوبہ بلوچستان میں بھی کوئلہ مِلتا ہے۔ یہ کوئلہ اِتنا عُمدہ نہیں کہ کارخانوں کو چلانے کے کام آ سکے۔ دوسرے یہ کہ مقدار میں بھی بہت کم ہے، اس لیے مُلکی ضُروریات کو پُورا کرنے کے لیے کوئلہ باہر کے مُلکوں سے بھی منگوایا جاتا ہے۔

کچا لوہا :

یہ ایک کارآمد دھات ہے۔ ڈیرہ غازی خاں۔ کالا باغ۔ مکڑوال۔ کاکول۔ سنکڑیال چوری گلی۔ نوکھنڈی۔ چلغازی۔ خضدار۔ میانوالی۔ چچالی اور فلاخیل کے مقام پر لوہا مِلتا ہے۔ اس کے علاوہ ایبٹ آباد (ضلع ہزارہ) ضلع چاغی اور ضلع مردان میں بھی پایا جاتا ہے۔

کرومائیٹ :

کرومائیٹ ایک کارآمد دھات ہے۔ اِس سے ایک اور دھات جسے کرومیم کہتے ہیں، بنائی جاتی ہے جس سے سٹین لیس سٹیل کے برتن، ہوائی جہاز،

تیز چلنے والی مشینری، زنگ اور فوٹوگرافی کا سامان تیار کیا جاتا ہے۔ یہ بلوچستان کے شمال مشرق میں مسلم باغ کے مقام سے نکالا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ خضدار شمالی وزیرستان چاغی اور خاران میں بھی کرومائیٹ کے ذخیرے موجود ہیں۔ کرومائیٹ ہمارے مُلک میں کافی مقدار میں نِکلتا ہے۔ اِس لیے اسے دُوسرے مُلکوں کے ہاتھ بیچ کر زرِ مبادلہ کماتے ہیں اور ہم اپنی ضرُوریات کی دیگر چیزیں منگواتے ہیں۔

نمک :

نمک خوراک کا اہم جزو ہے۔ انسانی خوراک تو نمک کے بغیر بالکل بے مزہ ہوتی ہے۔

پاکستان میں نمک کی کانیں کوہستانِ نمک میں واقع ہیں۔ اِن میں کھیوڑہ کی کان سب سے بڑی ہے۔ اِس کان سے ہر سال لاکھوں کلوگرام نمک نکالا جاتا ہے۔ ضِلع جہلم کے علاوہ ضِلع میانوالی اور ضِلع سرگودھا میں نمک نکالا جاتا ہے۔ صُوبہ سرحد میں نمک ضلع کوہاٹ میں پایا جاتا ہے۔ صُوبہ سِندھ میں تھرپارکر کے علاقے میں بھی نمک پایا جاتا ہے۔

ماری پور (کراچی) میں سمندر کے پانی سے نمک بنایا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں نمک بہت مقدار میں نِکلتا ہے، اِس لیے ہم اسے دُوسرے مُلکوں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں جہاں سے اس کے بدلے مشینری وغیرہ خریدتے ہیں۔

معدنی تیل :

معدنی تیل زمانۂ حال کی بہت کارآمد چیز ہے کیونکہ اسے صاف کرکے نہ صِرف گھروں میں جلایا جاتا ہے بلکہ موٹروں، بسوں، سکوٹروں اور ہوائی جہازوں میں چلنے والا پٹرول بھی اِسی تیل سے تیّار ہوتا ہے۔ اس سے موم بتّیاں اور ویسلین تیّار کی جاتی ہے۔

پاکستان میں معدنی تیل کے چشمے ضلع اٹک ضلع جہلم میں ملتے ہیں۔

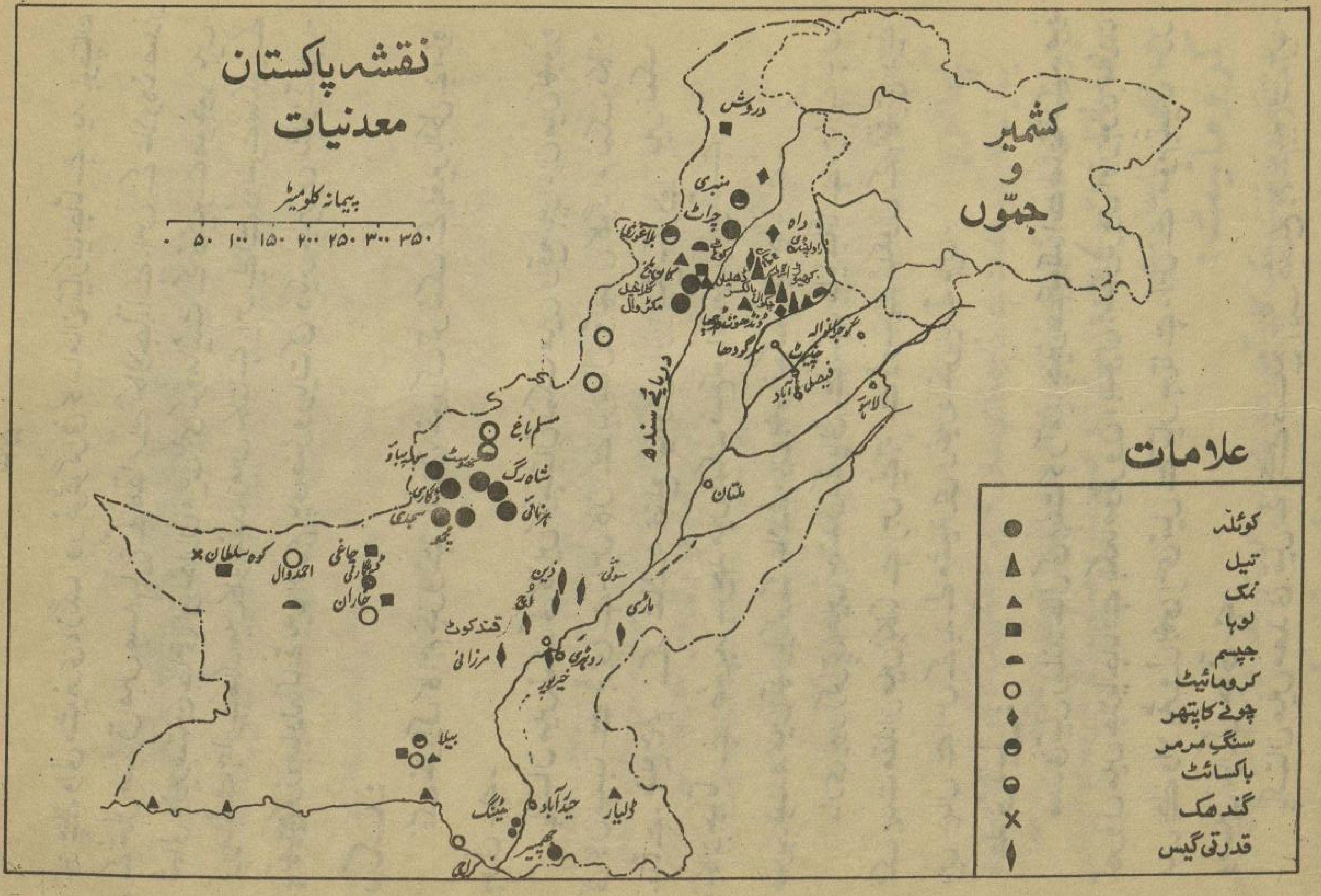

نقشہ پاکستان
معدنیات
پیمانہ کلومیٹر
۰ ۵۰ ۱۰۰ ۱۵۰ ۲۰۰ ۲۵۰ ۳۰۰ ۳۵۰
کشمیر و جموں
دریائے سندھ
دروش
منبری
چراٹ
واہ
راولپنڈی
کوہاٹ
ڈھلیاں
کالا باغ
مکڑوال
سرگودھا
گوجرانوالہ
فیصل آباد
لاہور
ملتان
مسلم باغ
شاہ رگ
ہرنائی
سورتی
مارمی
زین
اُچ
قندکوٹ
مزرانی
روہڑی
خیرپور
کوہ سلطان
احمد وال
چاغی
چاران
بیلا
حیدرآباد
میٹنگ
جھمپیر
کراچی
علامات
کوئلہ
تیل
نمک
لوہا
جپسم
کرومائیٹ
چونے کا پتھر
سنگِ مرمر
باکسائٹ
گندھک
قدرتی گیس

ان چشموں سے نکلنے والا تیل صاف نہیں ہوتا، اس لیے اسے صاف کرنے کے لیے راولپنڈی کے قریب مورگاہ کے مقام پر واقع تیل صاف کرنے والے کارخانے میں لایا جاتا ہے۔ یہاں سے صاف شدہ تیل مُلک کے باقی حصّوں میں پہنچایا جاتا ہے۔ اب کراچی میں بھی تیل صاف کرنے کے دو کارخانے قائم ہو گئے ہیں ضلع ڈیرہ غازی خان میں ڈھوڈک کے مقام پر تیل دریافت ہوا ہے جمئی ۱۹۷۸ء میں یہاں سے تیل نکلنا شروع ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی اور مقامات پر بھی تیل نکلنے کے امکانات ہیں ۔ اس طرح ہم اپنی مُلکی ضروریات پُوری کر سکیں گے۔

قدرتی گیس: قدرتی گیس نہ صرف گھروں میں جلانے کے کام آتی ہے بلکہ کارخانوں میں بھی ایندھن کے طور پر استعمال ہوتی ہے ۔ یہ گیس سُوئی (ضلع سبّی) کے مقام سے نکلتی ہے اسی لیے "سوئی گیس" کے نام سے مشہور ہو گئی ہے۔ اسے بڑے بڑے شہروں تک پہنچانے کے لئے بڑی بڑی پائپیں بچھائی گئی ہیں سوئی کے علاوہ پیر کوہ صوبہ بلوچستان میں اُچ کے مقام پر گیس کی بڑی مقدار دریافت ہوئی ہے جس سے ہم ملکی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ برآمد بھی کر سکیں گے ۔

سُوئی گیس نہ صرف گھروں میں ہیٹروں اور چولھوں میں جلانے کے کام آتی ہے بلکہ اس سے بجلی بھی تیار کی جاتی ہے جس سے مُلک میں بجلی، کوئلے اور پٹرولیم کی کمی کافی حد تک دُور ہو گئی ہے۔ قدرتی گیس کے ذخائر ضلع اٹک اور ضلع جہلم میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اب ڈیرہ غازی خاں میں گیس کا بہت بڑا ذخیرہ ڈھوڈک کے مقام پر ملا ہے جسے استعمال میں لایا جائے گا۔ پاکستان اب اپنے طاقتی وسائل میں سوئی گیس کے اتنے زیادہ ذخائر مل جانے کی بدولت کمزور نہیں رہا بلکہ صنعت وحرفت میں دن دُوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے ۔

جپسم: یہ دھات گندھک اور چونے سے مل کر بنتی ہے اور پاکستان کی ایک بڑی اہم معدنی پیداوار ہے۔ جو میانوالی۔ جہلم۔ ڈیرہ غازی خاں۔ کوئٹہ۔ سبّی۔ کوہاٹ۔ بہاولپور سانگھڑ۔ ڈیرہ اسماعیل خاں سے نکالی جاتی ہے۔ اس سے کھاد۔ سیمنٹ، چاک اور

گندھک کا تیزاب بنایا جاتا ہے۔

چُونے کا پتّھر:

چُونے کا پتّھر پاکستان میں کوہِ نمک اور شمال مغربی پہاڑوں میں مِلتا ہے۔ اِس سے چُونا اور سیمنٹ تیّار کیا جاتا ہے۔

سنگِ مَرمَر: یہ بہت خُوب صُورت پتّھر ہے اور عمارتیں بنانے کے کام آتا ہے۔ پاکستان میں اس کے بڑے بڑے ذخائر ہیں۔ مردان، سوات اور چاغی کے علاقوں اور کالا چٹا پہاڑ (اٹک) درّہ خیبر اور صوابی کے علاقوں میں سنگِ مَرمَر کے بہت سے ذخائر ہیں۔ ان ذخائر میں تقریباً ہر رنگ اور ہر قِسم کا سنگِ مَرمَر مِلتا ہے۔ ہمارے ہاں کا سفید اور کالا سنگِ مَرمَر دُنیا میں سب سے اچّھا ہے۔

سیلیکا:

یہ شیشہ بنانے والی ریت ہے جو خیرپور اور حیدر آباد کے میدانوں میں پائی جاتی ہے۔ پنجاب میں ضِلع میانوالی اور ضِلع سرگودھا کے بعض مقامات پر بھی مِلتی ہے۔

چائنا مٹّی

یہ سفید رنگ کی مٹّی، برتن بنانے کے کام آتی ہے۔ یہ ڈنڈوت کے علاوہ سوات، صُوبہ سِندھ اور صُوبہ سرحد کے بعض مقامات پر پائی جاتی ہے۔

ایٹمی توانائی کی دھات:

یہ دھات ڈیرہ غازی خاں میں کافی مقدار میں مِلی ہے۔ یہ بہت قیمتی دھات ہے۔ ڈیرہ غازی خاں اور میانوالی میں ایک ایک ایٹمی مرکز قائم کیا جائے گا جس میں یہ دھات اِستعمال ہوگی۔

پاکستان میں اِتنی زیادہ معدنیات ہیں مگر پھر بھی مُلک کی ضرُوریات کو پُورا کرنے کے لیے ناکافی ہیں، اس لیے ان کی تلاش میں زیادہ محنت اور تربیت کی ضرورت ہے کیونکہ جتنی زیادہ معدنیات نِکلیں گی، اتنا ہی مُلک ترقّی کرے گا۔

پن بجلی

کسی مُلک کی صنعتی ترقّی کے لیے زیادہ سے زیادہ کارخانے چلانے کی ضرُورت ہوتی ہے ۔ پاکستان میں کوئلے اور تیل کی بہت کمی ہے، اِس لیے اِس کمی کو دُور کرنے کے لیے بعض دریاؤں پر بند باندھ کر پانی کو اُونچائی سے گرا کر مشینوں سے بجلی پیدا کی گئی ہے۔ چونکہ یہ بجلی پانی کی طاقت سے حاصل کی جاتی ہے، اِس لیے اِسے پن بجلی کہتے ہیں۔ یہ بجلی کارخانوں کو چلانے اور گھروں میں جلانے اور روشنی کرنے کے کام آتی ہے۔

دریاؤں پر بند باندھ کر جو پانی جمع کیا جاتا ہے، اس کے دو فائدے ہوتے ہیں۔ ایک تو اِس سے بجلی بنائی جاتی ہے، دُوسرے نہریں نکال کر مُلک کے بیشتر علاقوں میں آب پاشی کی جاتی ہے ۔ بڑے بڑے پن بجلی کے منصوبے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ منگلا ۲۔ رسول ۳۔ درگئی ۴۔ مالاکنڈ ۵۔ وارسک ۶۔ نندی پور ۷۔ شادی وال ۸ چیچوکی ملیاں۔

۱۔ منگلا پن بجلی گھر:

دریائے جہلم پر منگلا کے مقام پر بند باندھ کر پانی کی ایک بہت بڑی جھیل بنائی گئی ہے۔ جھیل کے پانی کو بلندی سے گرا کر پن بجلی کی مشین چلائی جاتی ہے۔ اِس سے کئی لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا ہوتی ہے۔ یہ بجلی کارخانوں کو چلانے کے کام آتی ہے۔ اِس سے آب پاشی کے لیے ٹیوب ویل چلا کر پانی بھی حاصل کیا جاتا ہے۔

۲۔ رسول پن بجلی گھر:

دریائے جہلم پر رسول کے مقام پر بند باندھ کر تقریباً ۲۷ میٹر کی

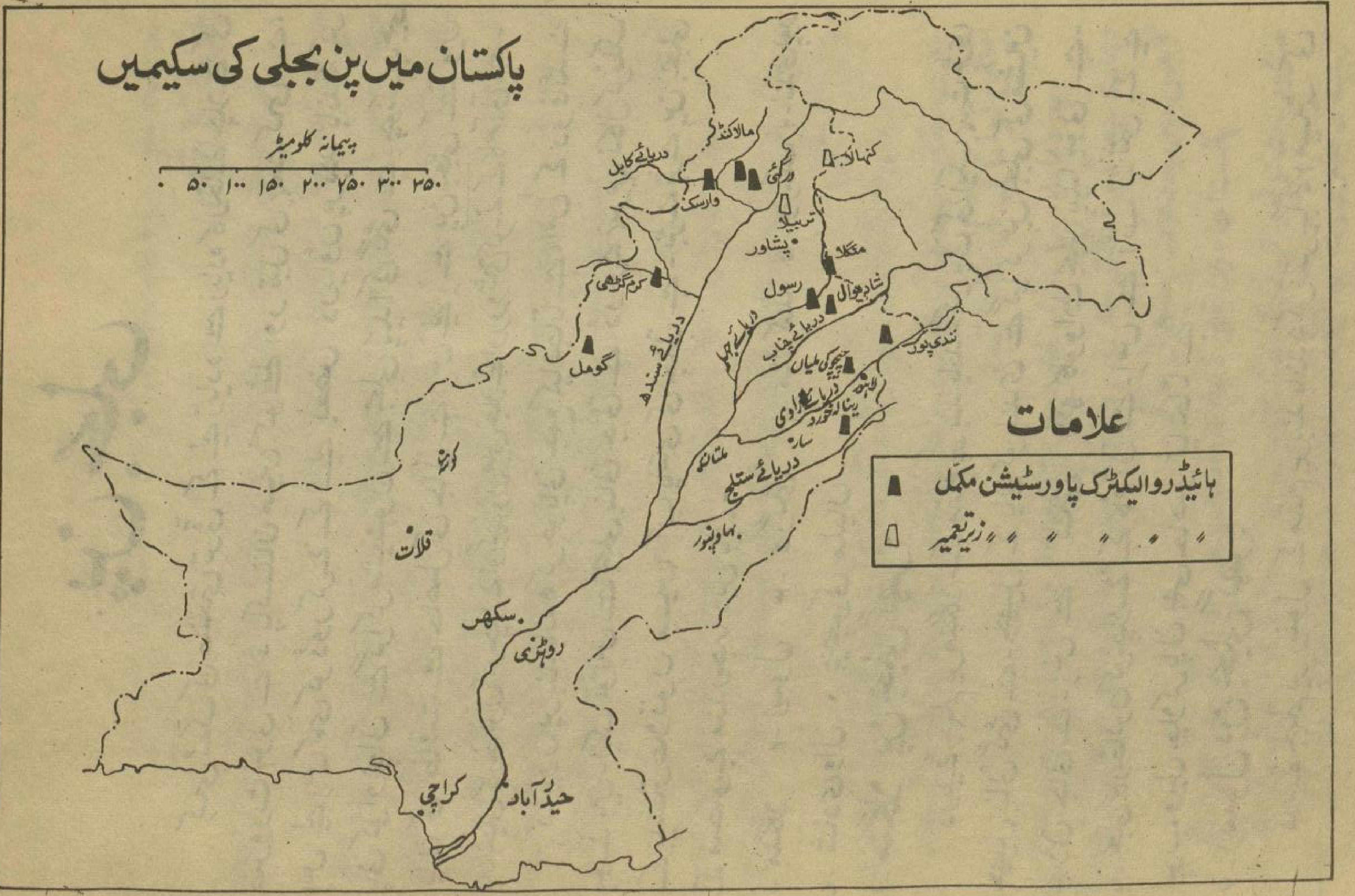
پاکستان میں پن بجلی کی سکیمیں
پیمانہ کلومیٹر
۰ ۵۰ ۱۰۰ ۱۵۰ ۲۰۰ ۲۵۰ ۳۰۰ ۳۵۰
مالاکنڈ
دریائے کابل
وارسک
درگئی
تربیلا
کنہار
پشاور
منگلا
کرم گڑھی
رسول
شادیوال
دریائے جہلم
دریائے چناب
دریائے سندھ
گومل
نندی پور
چیچوکی ملیاں
دریائے راوی
رینالہ خورد
سارہ
ملتان
دریائے ستلج
بہاولپور
کوئٹہ
قلات
سکھر
روہڑی
حیدرآباد
کراچی
علامات
ہائیڈرو الیکٹرک پاور سٹیشن مکمل
" " " " زیر تعمیر

بلندی سے پانی کو گرا کر تقریباً بائیس ہزار کلو واٹ بجلی پیدا کی گئی ہے۔ یہ بجلی بہت سے شہروں کو پہنچائی گئی ہے اور رچنا دوآب کے ٹیوب ویلوں کو بھی چلانے میں مدد دیتی ہے۔

۳۔ درگئی پن بجلی گھر:

دریائے سوات پر درگئی کے مقام پر بند باندھ کر پانی تقریباً ۸۰ میٹر کی بلندی سے گرایا گیا ہے جس سے بیس ہزار کلو واٹ بجلی پیدا کی گئی ہے۔

۴۔ مالاکنڈ پن بجلی گھر:

پشاور ڈویژن میں دریائے سوات سے ایک نہر نکالی گئی ہے جس کے پانی کو تقریباً ۶۵ میٹر کی بلندی سے گرا کر بیس ہزار کلو واٹ بجلی پیدا کی گئی ہے۔

۵۔ وارسک پن بجلی گھر:

پشاور سے تیس کلومیٹر دور دریائے کابل پر بند باندھ کر ڈیڑھ لاکھ کلو واٹ بجلی پیدا کی گئی ہے۔ پشاور اور ڈیرہ اسماعیل خان کی صنعت وحرفت کا دارومدار اِسی پر ہے۔ تقریباً ۶۵ ہزار ایکڑ زمین بھی سیراب کی جاتی ہے۔ ضِلع کوہاٹ کے بیشتر ٹیوب ویل اسی سے چلتے ہیں۔

۶۔ ننذی پور پن بجلی گھر:

نہر اپر چناب پر ضِلع گوجرانوالا میں ننڈی پور کے مقام پر بند باندھ کر ساڑھے تیرہ ہزار کلو واٹ بجلی پیدا کی گئی ہے جو اِس علاقے کو روشنی بہم پہنچاتی ہے اور ٹیوب ویل چلانے میں مدد دیتی ہے۔

۷۔ شادی وال پن بجلی گھر:

ضِلع گجرات میں دریائے جہلم کی نہر اپر جہلم پر شادی وال کے مقام پر بند باندھ کر بجلی پیدا کی گئی ہے جو ٹیوب ویل چلانے اور روشنی بہم پہنچانے کے کام آتی ہے۔ اِس کے علاوہ زمینوں سے سیم اور تھور دُور کرنے کے منصوبوں

کو کامیاب بنانے میں بھی مدد دیتی ہے۔

۸- چیچوکی ملّیاں پن بجلی گھر:

ضِلع شیخوپورہ میں دریائے چناب کی نہر اَپر چناب پر چیچوکی ملّیاں کے مقام پر بند باندھ کر بجلی پیدا کی گئی جو اِسی علاقے کو روشنی بہم پہنچاتی اور ٹیوب ویل چلانے کے کام آتی ہے۔

تربیلا بند:

بجلی کی کمی کو پُورا کرنے کے لیے ایک اور بند جسے تربیلا بند کہتے ہیں تعمیر کیا گیا ہے۔ جب یہ بند بالکل مکمّل ہو جائے گا اِس سے اکیس لاکھ کلو واٹ بجلی پیدا کی جا سکے گی۔ اِس کا شُمار دُنیا کے بڑے بڑے بندوں میں ہوتا ہے۔

تھرمل بجلی گھر:

سُوئی گیس کی مدد سے مُلتان میں ایک بڑا پاور سٹیشن قائم کیا گیا ہے۔ اِس میں سُوئی گیس سے بجلی تیّار کی جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک سٹیشن فیصل آباد میں قائم کِیا گیا ہے۔ کوئٹہ اور کراچی میں بھی تھرمل بجلی گھر قائم ہیں۔

پاکستان اپنے طاقتی وسائل میں خُود کفیل ہوتا جا رہا ہے۔ اب اِسے کوئلہ اور تیل باہر سے منگوانے کی ضرُورت نہ رہے گی کیونکہ اِس کمی کو پن بجلی اور سُوئی گیس پُورا کرے گی۔

گھریلو دستکاریاں اور صنعتیں

پاکستان ایک زراعتی مُلک ہے۔ اِس کی آبادی کا تقریباً ۶۷ فی صد لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ مگر انسان کو زندہ رہنے کے لیے خوراک کے ساتھ ساتھ لباس اور مکان کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس لیے ان کے گاؤں میں چند لوگ ایسے ہیں جو کپاس سے دھاگا بنا کر کھڈّی پر کپڑا بُنتے ہیں اور اِس طرح یہ لباس حاصل کرتے ہیں۔ موچی اِن کے جُوتے مرمّت کرتا ہے۔ لوہار اوزار ٹھیک کرتا ہے۔ بڑھئی چار پائیاں، کھڑکیاں اور دروازے بناتا ہے اور خُود کِسان بھی فارغ وقت میں دھاگا بنانے اور اِسی قِسم کے دُوسرے کام کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اگرچہ گھریلو دستکاریاں تیّار کرنے میں ہاتھ اور ہاتھ سے چلانے والی چھوٹی مشینیں اِستعمال ہوتی ہیں مگر یہ دستکار اپنے فن میں مہارت رکھنے کی وجہ سے بڑی بڑی خُوب صُورت چیزیں بناتے ہیں، جنھیں بیرونی ممالک میں بہت پسند کیا جاتا ہے۔ یہ چیزیں موٹا سُوتی کپڑا، کھیس، دریاں، ریشمی اور زری کا کپڑا، اُونی کپڑا اور سامان، چمڑے کی بنی ہُوئی مصنُوعات، مٹی کے برتن، لکڑی کا سامان، کھیلوں کا سامان، تانبے، کانسی اور پیتل کے برتن، لوہے کا سامان وغیرہ ہیں۔ اِن گھریلو صنعتوں میں پاکستان کے کئی علاقوں نے خاص شُہرت حاصل کر لی ہے۔

کھیس، دریاں اور لُنگیاں پشاور، کوہاٹ، شاہ پور، گکھڑ اور ملتان کی مشہُور ہیں۔ ریشمی کپڑے اور زری کا کام لاہور اور حیدر آباد میں ہوتا ہے۔ بلوچستان میں کمبل بہت اچھے بنتے ہیں۔ لوئیاں اور شالیں جلال پور جٹّاں،

کوہاٹ، ڈیرہ غازی خاں، سوات، تھرپارکر کی بہت شہرت رکھتی ہیں۔ چمڑے کے کام کے لیے سیالکوٹ اور قصور مشہور ہیں۔

ملتان میں اُونٹ کی کھال سے لیمپوں کے بہت اچھے شیڈ بنتے ہیں۔ لکڑی اور کھیلوں کا سامان سیالکوٹ، لاہور، حیدر آباد اور جیکب آباد میں بنتا ہے۔ گجرات، بہاول پور، مُلتان، وہاڑی، حیدر آباد، پشاور اور کوہاٹ میں مٹّی کے بہت خوب صُورت برتن بنتے ہیں۔ قالین سازی کا کام لاہور اور حیدر آباد میں ہوتا ہے۔ حیدر آباد میں دریاں، لُنگیاں اور سوسی کا دھاری دار کپڑا تیّار ہوتا ہے نجیب اللہ (ہزارہ) پشاور، کوہاٹ اور شاہ پور کی لُنگیاں بہت مشہُور ہیں۔

گھریلو دستکاریوں کے علاوہ بڑے پیمانے پر اشیا تیّار کرنے کے لیے بھی کئی جگہوں پر کارخانے لگائے گئے ہیں۔

۱۔ سُوتی کپڑا بنانے کے کارخانے:

پاکستان میں سُوتی کپڑے کی صنعت نے بہت ترقّی کی ہے۔ سُوتی کپڑا بنانے کے کارخانے فیصل آباد، ملتان، راولپنڈی، سرگودھا، جوہر آباد، رحیم یار خاں، حیدر آباد اور کراچی میں قائم کیے گئے ہیں۔

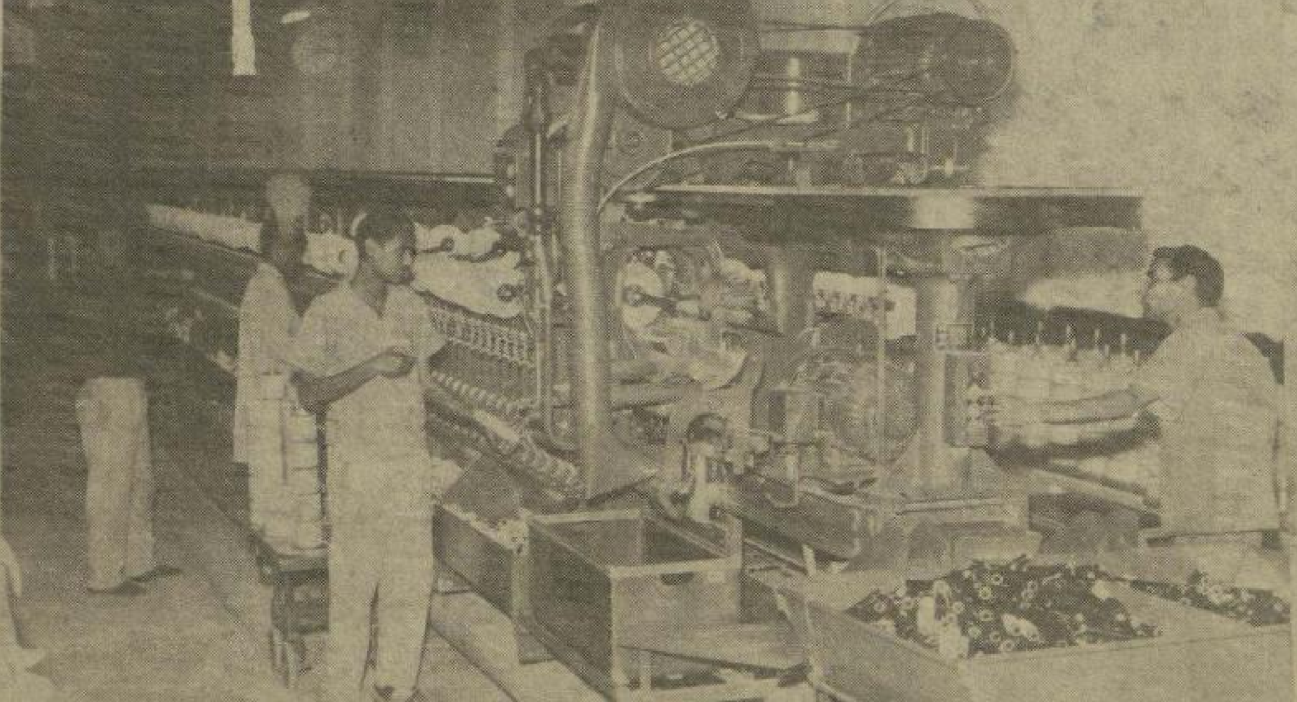

۲- اُونی کپڑا بنانے کے کارخانے:

صُوبہ سرحد، بلوچستان اور پنجاب کے خُشک علاقوں میں بہت اقسام کی بھیڑیں پالی جاتی ہیں۔ اِس لیے ہرنائی، بنوں، نوشہرہ، لارنس پور، جھنگ قائد آباد اور کراچی میں اُونی کپڑا بنانے کے بڑے بڑے کارخانے قائم کیے گئے ہیں جن میں ٹوید، کمبل، قالین اور غالیچے بھی تیّار ہوتے ہیں۔

۳- ریشمی کپڑا بنانے کے کارخانے:

کراچی، لاہور، گوجرانوالا، فیصل آباد، مُلتان، سکھّر اور حیدر آباد میں ریشمی کپڑا تیّار کرنے کے کارخانے لگائے گئے ہیں۔

۴- کھانڈ بنانے کے کارخانے:

کھانڈ بنانے کے بڑے بڑے کارخانے مردان، تخت بھائی، نوشہرہ، چارسدہ، راہوالی، بھکر، لیّہ، جوہر آباد، چشتیاں، جھنگ، منڈی بہاؤالدین، پسرور، پتوکی، دریاخاں اور لاڑکانہ میں قائم ہیں۔ مُلک بھر میں بیشتر کارخانے قائم کیے جا رہے ہیں۔

۵- سیمنٹ بنانے کے کارخانے:

واہ (راولپنڈی) ڈنڈوت (جہلم) روہڑی (خیرپور) اور داؤدخیل میں سیمنٹ بنانے کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہیں۔

۶- کھاد بنانے کے کارخانے:

کھاد بنانے کے کارخانے شیخوپورہ، داؤدخیل، ملتان، فیصل آباد، جڑانوالا، ڈھیرکی، میرپور اور ہری پور میں قائم ہیں۔

۷- کاغذ اور گتّہ بنانے کے کارخانے:

کاغذ بنانے کے بڑے بڑے کارخانے چارسدہ، نوشہرہ، لاہور میں قائم ہیں۔ حیدر آباد میں اخباری کاغذ تیّار کرنے کا کارخانہ زیرِ تعمیر ہے گتّہ بنانے کے لیے راہوالی، لاہور اور شیخوپورہ میں کارخانے لگائے گئے ہیں۔

۸- شیشہ سازی کے کارخانے :

شیشہ سازی کا سب سے بڑا کارخانہ حیدر آباد میں اور دُوسرا بڑا کارخانہ کراچی میں ہے۔ البتّہ چھوٹے چھوٹے کارخانے لاہور، گکھڑ، جہلم اور مُلتان میں ہیں۔

۹- لوہا اور فولاد بنانے کے کارخانے :

لوہے کا سامان تیّار کرنے کے بڑے بڑے کارخانے لاہور اور کراچی میں قائم ہیں۔ اَب کالا باغ میں بھی فولاد کا کارخانہ لگانے کی تجویز زیرِ غور ہے۔ اِس کے علاوہ ٹیکسلا میں بھاری مشینیں بنانے کا کارخانہ کام کر رہا ہے۔

۱۰- دیا سلائی بنانے کے کارخانے :

گڑھی حبیب اللہ (ہزارہ) اور شاہدرہ میں دیا سلائی بنانے کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہیں۔ اِن بڑے بڑے کارخانوں کے عِلاوہ اب کئی شہروں میں دیا سلائی بنانے کے چھوٹے چھوٹے کارخانے بھی لگ گئے ہیں۔

۱۱- بسکٹ بنانے کے کارخانے :

بسکٹ بنانے کے لیے ساہیوال، لاہور، سکّھر اور کراچی میں کارخانے لگائے گئے ہیں۔

ذرائع آمد و رفت

کسی مُلک کی خُوش حالی کا اندازا وہاں کے ذرائع آمد و رفت سے لگایا جا سکتا ہے۔ یہ ذرائع جتنے اچّھے اور تیز رفتار ہوں گے، اِتنی ہی جلدی وُہ مُلک ترقّی کرے گا۔ پاکستان اِس لحاظ سے خُوش قسمت ہے۔ یہاں ذرائع آمد و رفت اچّھے ہیں اور اِن میں روز بروز ترقّی ہو رہی ہے۔ حکومت اچھی سڑکیں اور ریلوے لائنیں بنانے کی فکر میں ہے۔

ریلوے بورڈ :

پاکستان کا زیادہ تر علاقہ میدانی ہے۔ اِس لیے ریلوے لائنیں بنانا آسان ہے۔ نقشے کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ شمال مغربی پہاڑی علاقے کو چھوڑ کر مُلک کے گوشے گوشے میں ریلیں پھیلی ہُوئی ہیں۔ اِن لائنوں کی کل لمبائی تقریباً ۸۷۶۰ کلومیٹر ہے۔

ریلوں کے اِتنے وسیع نظام کو چلانے کے لیے ریلوے بورڈ قائم ہے جس کا صدر دفتر لاہور میں ہے۔ اِس کا چیئرمین، ریلوے کی کارکردگی کا ذمّہ دار ہوتا ہے۔

چوتھی جماعت میں پڑھایا جا چکا ہے کہ لاہور میں ایک بہت بڑی ورک شاپ ہے جس میں ریل کے پرانے ڈبّوں کی مرمّت کی جاتی ہے اور نئے ڈبّے بھی بنائے جاتے ہیں۔ اِس کا نام مُغل پورہ ریلوے ورک شاپ ہے۔ اِسلام آباد کی ورک شاپ میں بھی نئے ڈبّے بنائے جاتے ہیں۔ جہلم کی ورک شاپ میں لوہے کے پُل بنائے جاتے ہیں جو ریلوے لائنوں کے راستے میں آنے والے نالوں اور نہروں پر بچھائے جاتے ہیں۔ ایسی ہی ورک شاپیں سکھّر اور حیدر آباد میں بھی بنائی گئی ہیں۔ اِن بڑی ورکشاپوں کے علاوہ عام مرمّت

کے لیے مختلف سٹیشنوں پر شیڈ بنے ہوئے ہیں۔

نیچے دیے گئے ریلوں کے نقشے کو غور سے دیکھیں اور اِس میں دی گئی ریلوے لائنوں کا ایک چارٹ تیار کریں۔

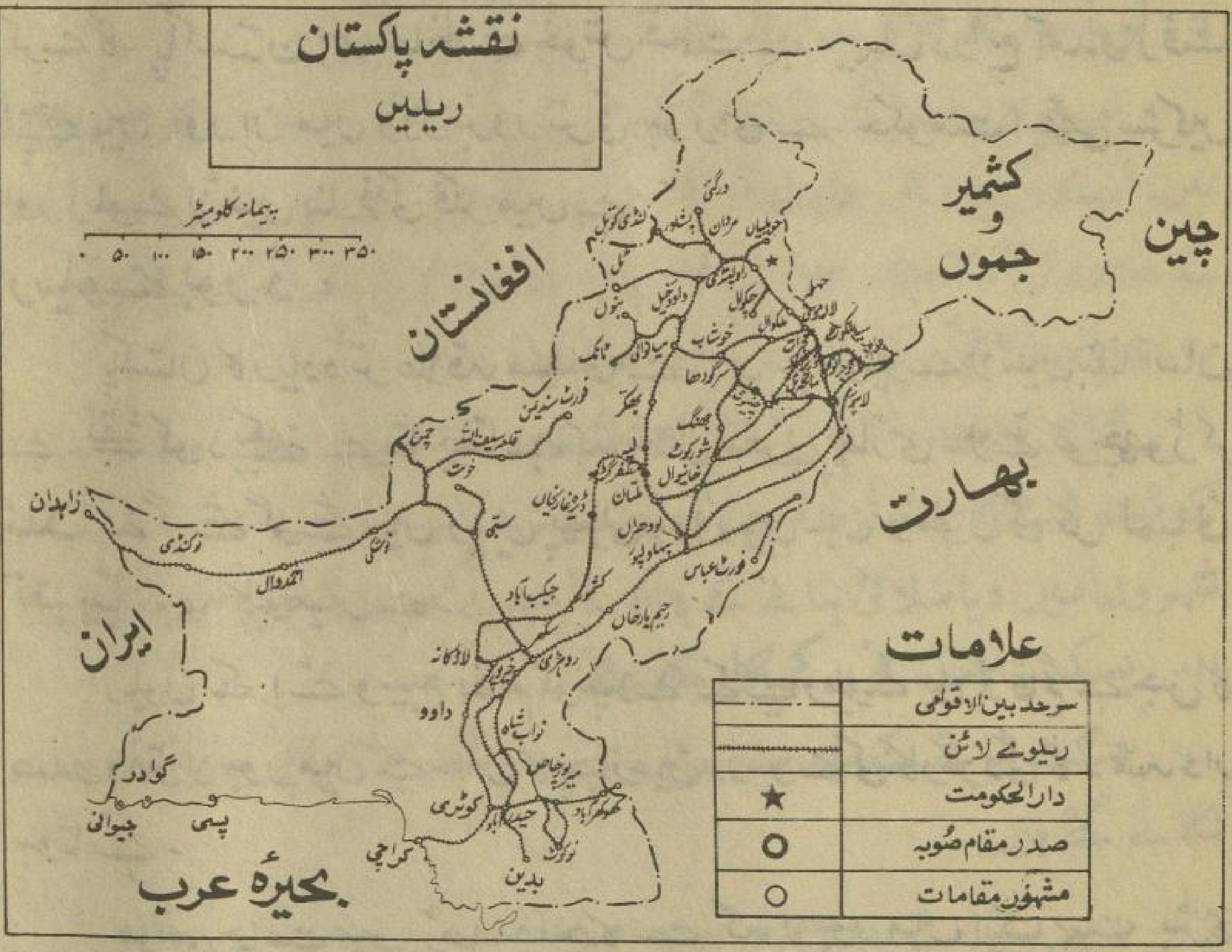

چند ایک بڑی بڑی ریلوے لائنیں مندرجہ ذیل ہیں۔

پشاور سے کراچی:

پاکستان ریلوے کی سب سے لمبی لائن پشاور سے کراچی تک ہے۔ پشاور سے آگے ریلوے لائن لنڈی کوتل تک بھی جاتی ہے۔ لنڈی کوتل مغرب کی

طرف ہمارا آخری سٹیشن ہے۔ اِس کے بعد افغانستان کا مُلک شروع ہو جاتا ہے لیکن اس چھوٹی سی لائن پر روزانہ گاڑیاں نہیں چلتیں۔

گاڑی پشاور سے چل کر نوشہرہ، اٹک سے ہوتی ہُوئی راولپنڈی آتی ہے۔ راولپنڈی سے آگے جہلم، لالہ موسیٰ، گجرات، وزیر آباد اور گوجرانوالا سے ہوتی ہُوئی گاڑی لاہور پہنچتی ہے۔ لاہور سے گاڑی چل کر ساہیوال اور خانیوال سے ہوتی ہُوئی ملتان پہنچتی ہے۔ ملتان سے گاڑی چل کر بہاول پور، روہڑی، خیرپور اور حیدرآباد ہوتی ہوئی کراچی پہنچتی ہے۔ اِس لائن پر کراچی پاکستان ریلوے کا آخری سٹیشن ہے۔

لالہ موسیٰ سے خانیوال:

لالہ موسیٰ سے ایک لائن سرگودھا اور فیصل آباد سے ہوتی ہُوئی خانیوال سٹیشن تک جاتی ہے جہاں یہ لائن کراچی جانے والی بڑی لائن سے مِل جاتی ہے۔

کراچی سے کوئٹہ:

کراچی سے ایک لائن درّہ بولان سے گزر کر کوئٹہ پہنچتی ہے۔ راستے میں کوٹری، دادُو، جیب کوٹ، جیکب آباد اور سبّی بڑے بڑے سٹیشن آتے ہیں۔

روہڑی سے چمن:

یہ ریلوے لائن، روہڑی براستہ جبیب کوٹ، کوئٹہ چمن جاتی ہے۔

ملتان سے راولپنڈی:

صُوبہ پنجاب کے مغربی علاقوں کو آپس میں مِلانے کے لیے ایک ریلوے لائن ملتان سے براستہ مظفر گڑھ، کوٹ ادّو، کُندیاں، داؤدخیل، اٹک ٹیکسلا ہوتی ہُوئی راولپنڈی پہنچتی ہے۔ اب اِس ریلوے لائن پر تیز رفتار گاڑی چلائی گئی ہے۔

لاہور سے مارّی اِنڈس: یہ ریلوے لائن لاہور، شاہدرہ، شیخوپورہ،

سانگلہ ہل، فیصل آباد، سرگودھا، جوہر آباد، میانوالی ہوتی ہُوئی ماڑی اِنڈس پہنچتی ہے۔ اِن بڑی بڑی لائنوں کے علاوہ اکثر بڑے بڑے شہر اور قصبہ ریلوے لائن کے ذریعے آپس میں مِلے ہُوئے ہیں۔ ایک اور اہم ریلوے لائن کوٹ ادّو سے ڈیرہ غازی خاں اور روجھان سے ہوتی ہُوئی کشمور تک جاتی ہے۔

روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ

سڑکوں کے اِنتظام میں ہماری وفاقی حکومت بھی حِصّہ لیتی ہے اور بڑی بڑی سکیموں کو مکمّل کرتی ہے، لیکن زیادہ تر سڑکوں کا اِنتظام صُوبوں کے پاس ہے۔ ہر صُوبے میں صُوبائی روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ ہیں، جِن کے ذمّے سڑکوں کی دیکھ بھال کے علاوہ بسوں اور ٹرکوں کے چلانے کے لیے قانون بنانا، حادثوں کی روک تھام کے لیے اقدام کرنا اور سرکاری بسوں کا اِنتظام کرنا ہے۔

پاکستان میں ریلوں کی طرح سڑکوں کا اِنتظام بھی بہت اچّھا ہے۔ تمام بڑے بڑے قصبے اور شہر آپس میں سڑکوں کے ذریعے مِلے ہُوئے ہیں تاکہ دیہات کی پیداوار کو جلد سے جلد شہروں تک پہنچایا جائے اور شہروں کی بنی ہُوئی اشیا دیہات تک پہنچائی جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِن سڑکوں پر دِن رات بسیں اور ٹرک چلتے نظر آتے ہیں۔ پاکستان میں تقریباً ۳۵۵۵۰ کلومیٹر لمبی اچّھی سڑکوں کا جال بِچھا ہُوا ہے۔

بڑی بڑی سڑکیں تورخم سے لاہور، لاہور سے کراچی، لاہور سے کوئٹہ، کوئٹہ سے کراچی، لاہور سے ماڑی اِنڈس، اٹک سے ملتان ہیں۔ شمال مغربی حِصّے میں جہاں ریلوے لائن نہیں وہاں پکّی سڑکیں بنی ہُوئی ہیں۔ دیہات آپس میں کچّی سڑکوں سے مِلے ہُوئے ہیں۔ اِس طرح پاکستان کے تمام حِصّے پکّی

یا کچّی سڑکوں سے آپس میں ملے ہُوئے ہیں۔

کِسی بھی مُلک کی اقتصادی ترقّی کا چونکہ اچھّے ذرائع آمدو رفت سے گہرا تعلّق ہوتا ہے، اِس لیے حکومت ہر ممکن کوشش کر رہی ہے کہ پاکستان میں اچھّے ذرائع آمدو رفت کا جال بچھا دیا جائے۔

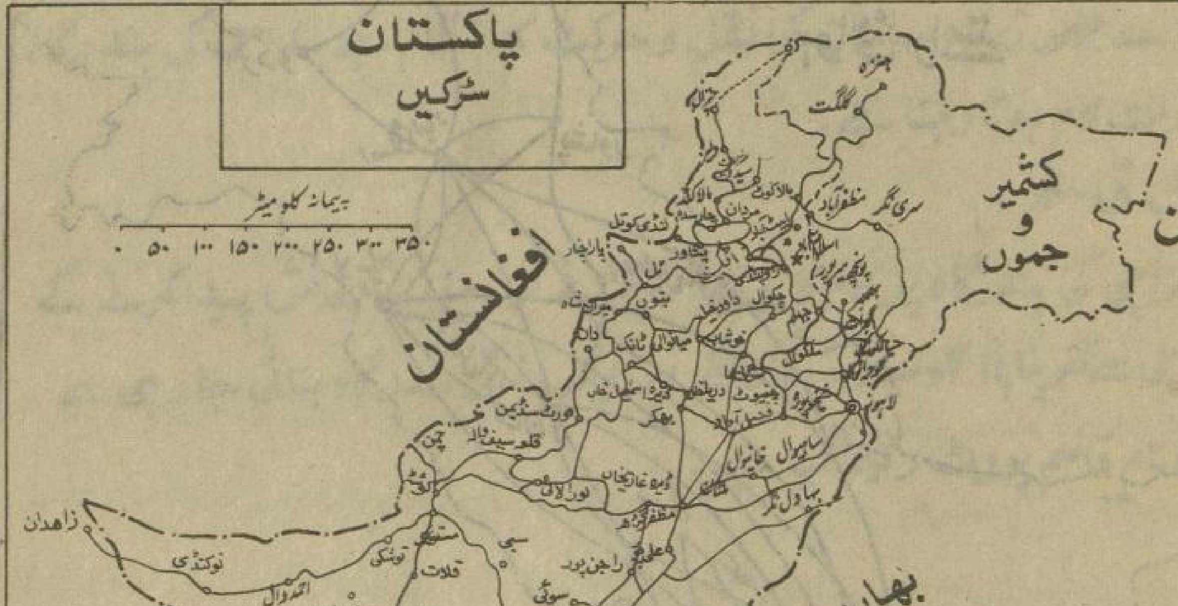

پاکستان انٹرنیشنل ائیر لائینز :

اندرونِ مُلک ہوائی سروسوں کا اِنتظام پاکستان انٹرنیشنل ائیر لائینز کے پاس ہے۔ پی۔آئی۔اے دُنیا کی بہترین ہوائی کمپنیوں میں سے ایک ہے۔ پاکستانیوں کے علاوہ باقی ممالک کے لوگ بھی ہمارے ہوائی جہازوں

میں اکثر سفر کرنا پسند کرتے ہیں۔ ہر سال حج کے موقع پر ہزاروں عازمینِ حج پی۔آئی اے کے ذریعے سفر کرتے ہیں۔

اِن جہازوں کے ذریعے دُوسرے مُلکوں میں ہلکا پھلکا سامان بھی بھیجا جا سکتا ہے اور وہاں سے لایا بھی جا سکتا ہے۔

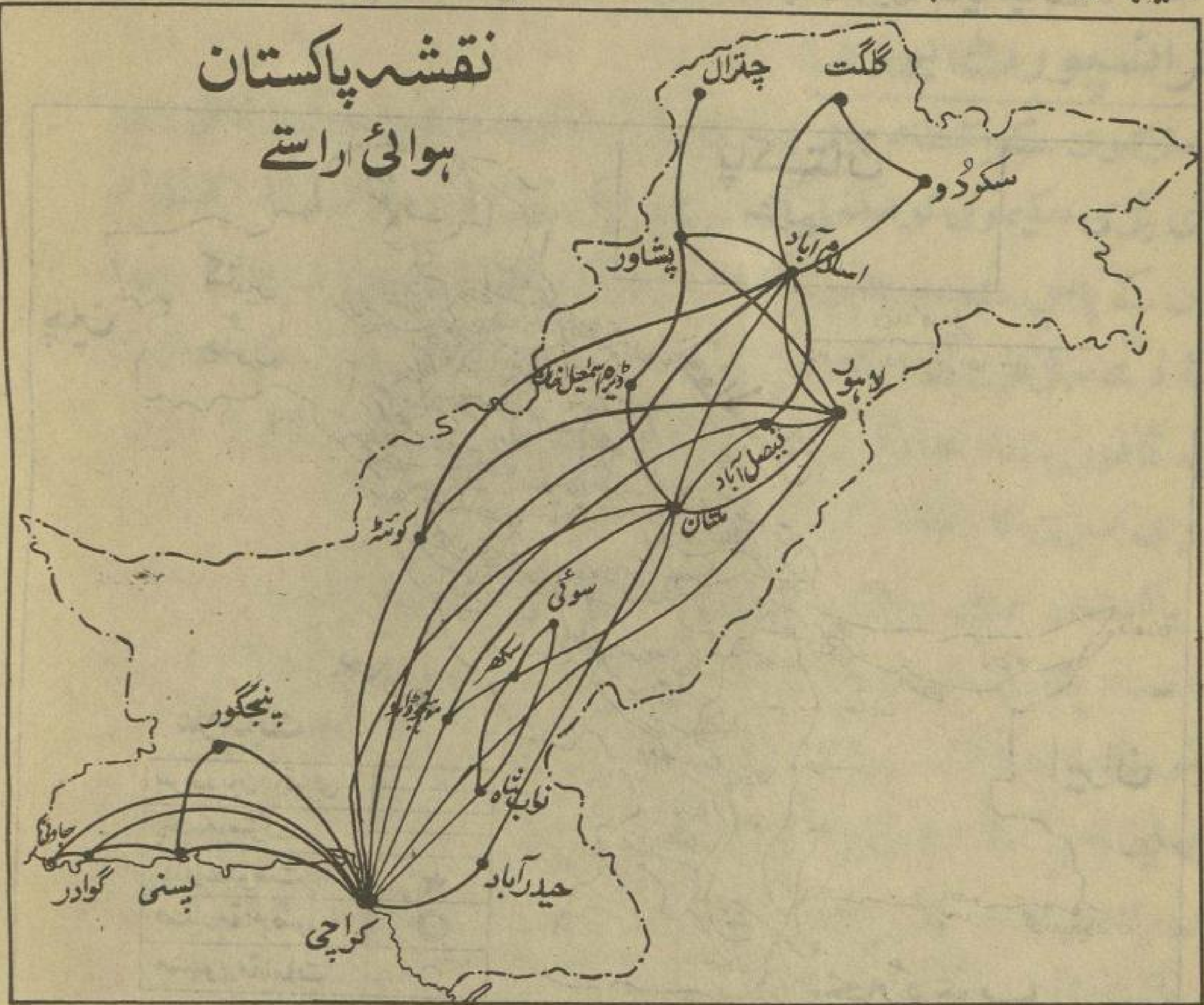

پاکستان شپنگ کارپوریشن:

تجارتی جہازوں کا بندوبست کرنے اور بندرگاہ پر بہتر سہُولتیں مہیّا کرنے کے لیے پاکستان شپنگ کارپوریشن قائم کی گئی ہے۔ باقی مُلکوں سے تجارت کرنے کے لیے پاکستان شپنگ کارپوریشن کے پاس اِس وقت ۵۲ جہاز ہیں۔ باقی تجارت بیرونی مُلکوں کے جہازوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ پاکستان کو اپنی ضرُورت پُوری کرنے کے لیے ابھی اور بیسیوں جہازوں کی ضرُورت ہے۔

اَب تک پاکستان کی جتنی تجارت سمندری راستے سے ہوتی ہے کراچی ہی کی بندرگاہ سے ہوتی ہے۔ جب سے پاکستان بنا ہے کراچی کی بندرگاہ کو کُشادہ کیا جارہا ہے تاکہ پاکستان کی بڑھتی ہُوئی تجارت کو سنبھال سکے۔ اِس کا اندازا اِس بات سے لگا سکتے ہیں کہ جِس وقت پاکستان بنا اس وقت کراچی کی بندرگاہ پر صرف ۲۸ لاکھ ٹن سامان اُتارا اور لادا جاسکتا تھا، لیکن اب پہلے کی نسبت پانچ گُنا سے بھی زیادہ سامان کی نقل وحرکت کا انتظام ہے۔ کراچی کی بندرگاہ پر دن رات کام ہوتا رہتا ہے۔

پورٹ قاسم:

کراچی کی بندرگاہ پر کام کا بوجھ کم کرنے اور مزید گنجائش پیدا کرنے کے لیے کراچی سے تقریباً ۱۹ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک نئی بندرگاہ بنائی جارہی ہے جس کا نام قاسم پورٹ رکھا گیا ہے۔

خبر کے ذریعے

مرکزی حکومت میں اطلاعات و نشریات کا ایک محکمہ ہے۔ اِس محکمے کا کام مُلک میں خبروں کے ذرائع کی نگرانی کرنا ہے۔

ریڈیو :

لوگوں تک اچّھی اچّھی باتیں پہنچانے کا سب سے مؤثر ذریعہ ریڈیو ہے۔ ریڈیو کے ذریعے ہم نہ صرف مُلکی اور غیر مُلکی خبریں سُنتے ہیں بلکہ بہت سی اچّھی اچّھی باتیں ہم تک پہنچتی رہتی ہیں۔ تلاوت قرآنِ مجید کے علاوہ بہت سے دینی اور اخلاقی پروگرام بھی نشر ہوتے ہیں۔ بچّوں کے لیے تعلیمی پروگرام، ان پڑھوں کے لیے تعلیمِ بالغاں کا پروگرام، کِسانوں کے لیے بہت ہی مفید زراعتی پروگرام، صحت اور صفائی سے متعلق پروگرام وغیرہ ہوتے ہیں۔ ایک تو مُلک میں ریڈیو سٹیشنوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ دُوسرے ریڈیو سٹیشنوں میں ایسے آلات لگائے جا رہے ہیں جن سے ہمارے پروگرام دُور دراز مُلکوں میں بھی سُنے جاتے ہیں اور ہم بھی ان کے پروگرام سُن سکتے ہیں۔ اس وقت پشاور، راولپنڈی، اسلام آباد، لاہور، ملتان، بہاول پور، کوئٹہ، حیدر آباد، گلگت، سکردو اور کراچی میں ریڈیو سٹیشن قائم ہیں جو مُلک کی یک جہتی اور ترقّی کے لیے کام کر رہے ہیں۔

ٹیلی ویژن :

پاکستان میں پہلا ٹیلی ویژن سٹیشن ۱۹۶۴ء میں لاہور میں قائم ہُوا۔ اَب پشاور، راولپنڈی، لاہور، کوئٹہ اور کراچی میں بھی ٹی۔وی سٹیشن قائم ہیں۔ اَب ایسا انتظام بھی کیا جا رہا ہے کہ جس کے ذریعے مُلک کے گوشے گوشے میں ٹیلی ویژن کے پروگرام دیکھے جا سکیں گے۔ آج کل ہم مواصلاتی سیّارے

کے ذریعے دُوسرے ممالک کے پروگرام بھی براہِ راست دیکھ سکتے ہیں۔

محکمہ ٹیلی فون اور تار:

جلد خبریں پہنچانے کے لیے محکمہ ٹیلی فون اور محکمہ تار بھی عوام کی خدمت میں پیش پیش ہیں۔ جُوں جُوں پاکستان ترقی کر رہا ہے اِس کی ٹیلی فون کی ضرُوریات بڑھ رہی ہیں۔ ہری پور(ہزارہ)کی فیکٹری دِن رات ٹیلی فون سے متعلقہ آلات بنا رہی ہے۔ محکمہ ٹیلی فون کی طرح محکمہ ٹیلی گراف بھی اپنے حلقے کو وسیع کر رہا ہے۔اَب دونوں محکموں کی کوشش ہے کہ یہ سہولتیں دیہات میں بھی عام ہوں۔

مُلک کا اِنتظام

اِسلامی جمہوریہ پاکستان:

گرمیوں کی چُھٹّیاں تھیں۔ خالد اور اُس کی بہن روحی کو سکوُل سے خاصا کام مِلا ہُوا تھا۔ خالد اپنی معاشرتی عُلوم کی کتاب پڑھ رہا تھا۔ روحی بھی اُس کے پاس آبیٹھی۔ روحی پانچویں جماعت میں پڑھتی ہے۔ اُس نے کاپی پر لِکھا ہُوا تھا "ہمارے مُلک کا نام پاکستان ہے"۔ خالد نے کاپی روحی کے ہاتھ سے لے لی اور اُسے بتایا "ہمارے مُلک کا نام اِسلامی جمہوریہ پاکستان ہے"۔ روحی بولی "بھیا! پاکستان کا مطلب تو پاک سرزمین ہے۔ لیکن اِسلامی جمہوریہ پاکستان کا کیا مطلب ہے"۔ خالد نے کہا۔ اِسلامی کا مطلب تو تم کو معلُوم ہی ہے۔ جمہوریہ کا مطلب ہے، ایسا مُلک جہاں کِسی ایک شخص کی حکومت نہیں بلکہ عوام اور قانون کی حکومت ہے۔ پس اِسلامی جمہوریہ پاکستان سے مراد ہے" پاک سرزمین جس میں عوام اور قانون کی حکومت ہے"۔ بھائی جان! روحی بولی "عوام میں تو ہم بھی شامل ہیں لیکن پاکستان پر ہم تو حکومت نہیں کرتے"۔ خالد مُسکرائے اور بولے "روحی بہن! پاکستان پر ہماری ہی حکومت ہے۔ صرف تُمھیں چند باتیں سمجھنا پڑیں گی۔ ظاہر ہے کہ تمام لوگ تو حکومت میں شامل نہیں ہو سکتے۔ البتہ ہمیں یہ اختیار حاصل ہے کہ ووٹوں کے ذریعے ہم اپنے نمایندے قانون بنانے والی اسمبلیوں میں بھجوائیں تاکہ وہاں ایسے قوانین بنائے جائیں جن میں ہماری رائے ہمارے نمایندوں کے ذریعے شامل ہو۔ اِس طرح جب وُہ قانون مُلک میں رائج ہوتے ہیں تو عوام اور قانون کی حکومت خُود بخُود قائم ہو جاتی ہے۔

مرکزی حکومت:

رُوحی نے کہا۔ خالد بھائی۔ چوتھی جماعت میں ہم نے صُوبوں کے اِنتظام و قوانین کے متعلق پڑھا تھا کہ صُوبائی اسمبلی صُوبے کے لیے قانون بناتی ہے اور وزیر اعلیٰ، صُوبائی وزیروں کی مدد سے مختلف محکموں کا انتظام چلاتا ہے۔ آج آپ قومی اسمبلی کے متعلق کچھ بتائیں

پارلیمنٹ:

خالد نے کہا کہ جس طرح صُوبائی اسمبلی صُوبے کے لیے قانون بناتی ہے، اِسی طرح پارلیمنٹ سارے مُلک کے لیے قانون بناتی ہے۔ آئین کے مطابق پارلیمنٹ کے دو حِصّے ہیں۔ ایک حِصّہ قومی اسمبلی کہلاتا ہے اور دوسرا سینٹ۔

قومی اسمبلی:

اِس کی عام نشستیں دوسو ہوتی ہیں۔ یہ ممبر الیکشن کے ذریعے مُنتخب کیے جاتے ہیں۔ اِن ممبروں کا انتخاب کرنے کے لیے ہر وُہ شخص ووٹ دے سکتا ہے جو پاکستانی شہری ہو اور جس کی عُمر اکیس سال سے کم نہ ہو۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کی کارروائی جاری رکھنے اور نظم وضبط قائم رکھنے کے لیے قومی اسمبلی کے ممبران اپنے ہی میں سے ایک سپیکر اور ایک ڈپٹی سپیکر مُنتخب کرتے ہیں۔ روحی نے پُوچھا۔ بھائی جان قومی اسمبلی کا اجلاس سال میں کتنی مرتبہ ہوتا ہے۔ خالد نے بتایا۔ قومی اسمبلی کا اجلاس سال میں دو مرتبہ تو لازمی ہوتا ہے، باقی ضرُورت کے مطابق جتنی بار ضرُوری ہو، قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا جا سکتا ہے۔

سینٹ:

پارلیمنٹ کا دُوسرا حِصّہ سینٹ کہلاتا ہے۔ اس کے ۶۳ ممبر ہوتے ہیں جن میں سے ۱۴ ممبر تو ہر صُوبے کی صُوبائی اسمبلی مُنتخب کرتی ہے۔ ۵ قبائلی علاقوں سے ہوتے ہیں۔ ۲ ممبر وفاقی علاقے سے ہوتے ہیں۔ یہ تمام ممبر چار سال کے لیے مُنتخب کیے

جاتے ہیں۔ اِنتخاب کے فوراً بعد سینٹ کے ممبر اپنے پہلے اجلاس میں اپنا چیئرمین اور نائب چیئرمین چُنتے ہیں جو سینٹ کے اجلاس کی کارروائی کو جاری رکھنے اور نظم وضبط قائم رکھنے کے ذمّہ دار ہوتے ہیں۔ روحی بڑے غور سے خالد بھائی کی باتیں سُن رہی تھی۔ کچُھ سوچ کر اُس نے کہا۔ خالد بھائی! پارلیمنٹ کے دو حِصّے ہیں تو یہ قانون کیسے بناتے ہیں۔ الگ الگ یا مِل کر۔

قانون بنانے کا طریقِ کار:

خالد بھائی نے بتایا "جب کبھی قانون بنانے کی ضرورت پیش آئے تو اِس سے متعلق تجویز کو عام طور پر قومی اسمبلی میں پیش کیا جاتا ہے، اِسے بِل کہتے ہیں۔ قومی اسمبلی اِس پر غور کرتی ہے اور اگر قومی اسمبلی اسے پاس کر دے تو اسے سینٹ کو بھیج دیا جاتا ہے، سینٹ کو اختیار ہوتا ہے کہ وُہ اس بِل کو نوّے روز کے اندر اندر پاس کر دے یا مُسترد کر دے۔ اگر سینٹ بِل کو پاس کر دے تو اُسے صدر پاکستان کی منظوری کے بعد قانون کا درجہ دے دیا جاتا ہے۔ اگر نوّے روز کے اندر اندر سینٹ یہ بِل مُسترد کر دے تو اُسے دوبارہ قومی اسمبلی کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے۔ اگر قومی اسمبلی اِس بِل کو ترمیم یا بغیر ترمیم کے دوبارہ پاس کر دے تو اُسے صدرِپاکستان کی منظوری کے بعد قانون کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

صدر، وزیرِاعظم اور مرکزی وزراء:

صدرِ پاکستان، مُلک کا سربراہ ہوتا ہے۔ صدر کو پارلیمنٹ کے ممبران مِل کر مُنتخب کرتے ہیں۔ صدر پانچ سال کے لیے مُنتخب کیا جاتا ہے۔ آئین کی رُو سے انتظامی اُمور میں اصل اختیارات وزیر اعظم کو حاصل ہیں۔ انتخابات کے بعد مُنتخب شُدہ قومی اسمبلی اپنے پہلے اجلاس میں اپنے ممبروں

میں سے ایک کو وزیر اعظم مُنتخب کرتی ہے جو پارلیمنٹ کے ممبروں میں سے چند ایک کو وزیر نامزد کر دیتا ہے۔ وزیروں کی اِس کونسل کو کابینہ کہتے ہیں۔ اِن وزیروں کو مختلف محکمے سونپ دیے جاتے ہیں، مثلاً محکمۂ تعلیم، محکمۂ محنت و تجارت وغیرہ۔ یہ وزراء اپنے اپنے محکمے کا انتظام چلاتے ہیں۔ ہر محکمے کا دفتری سربراہ مرکزی سیکریٹری ہوتا ہے۔ (۶۰)

یہ تمام وزراء وزیر اعظم کو اپنے اپنے محکمے کی پالیسیوں اور مسائل سے باخبر رکھتے ہیں۔ اہم معاملات کا فیصلہ وزیر اعظم کابینہ کے صلاح مشورے سے کرتا ہے۔ وزیر اعظم جب چاہے کابینہ کا اجلاس بلا سکتا ہے۔

سُپریم کورٹ:

روحی اور خالد ایک دن سیر کرتے ہُوئے شاہراہِ قائد اعظم لاہور سے گزر رہے تھے۔ روحی نے خالد سے کہا۔ بھائی جان۔ یہ ہائی کورٹ کی عمارت ہے نا۔ ہاں۔ خالد نے کہا۔ یہ صُوبہ پنجاب کی سب سے بڑی عدالت ہے۔ روحی نے پُوچھا "بھائی جان! کیا اس سے بھی کوئی بڑی عدالت ہے"؟ "ہاں" خالد نے جواب دیا۔ سُپریم کورٹ! یہ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت ہے"۔ روحی نے پُوچھا! یہ عدالت کہاں ہے؟ خالد نے بتایا کہ سُپریم کورٹ کا مستقل دفتر تو اِسلام آباد میں ہوگا مگر اس وقت تک ضرُورت کے مطابق صدرِ پاکستان کی اجازت سے یہ عدالت دُوسری جگہوں پر بھی اپنے اجلاس کر سکے گی۔ اس عدالت کے سب سے بڑے جج کو چیف جسٹس آف پاکستان کہتے ہیں۔ پاکستان کے چیف جسٹس کو مقرر کرنے کا اختیار صدرِ پاکستان کو ہے۔ سُپریم کورٹ کے باقی ججوں کو صدرِ پاکستان، چیف جسٹس آف پاکستان کے مشورے سے مقرّر کرتا ہے۔

روحی نے پوچھا۔ بھائی جان! سپریم کورٹ کے فرائض کیا ہیں۔ خالد نے کہا۔ سپریم کورٹ بہت اہم فرائض سرانجام دیتی ہے۔ ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل، سپریم کورٹ میں کی جا سکتی ہے اور سپریم کورٹ کا فیصلہ آخری ہوتا ہے۔ اِس کے علاوہ سپریم کورٹ ایسے مقدموں کا فیصلہ بھی کرتی ہے جن سے ایک سے زیادہ صوبوں کے ہائی کورٹوں کا تعلق ہو۔

جولائی سن ۱۹۷۷ کے فوجی انقلاب کے بعد نئی حکومت نے پاکستان کو اسلامی بنانے کی کوششیں تیز کر دیں۔ چنانچہ جوئے اور شراب پر سخت پابندی لگا دی گئی۔ سرکاری دفاتر میں نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم صادر کیا گیا۔ میلاد النبی اور شب معراج کی تقاریب سرکاری طور پر منانی شروع کی گئیں۔ اخبارات کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ خاص ایڈیشن نکالیں تاکہ لوگوں میں نماز اور عبادت کی اہمیت اجاگر کی جا سکے۔ مزید برآں زکوٰۃ سرکاری طور پر اکٹھی کرنے کا نظام شروع کیا گیا تاکہ اسے مستحقین میں تقسیم کیا جا سکے۔ ملک کو بھکاریوں کا انسداد کیا گیا۔ مناسک حج ادا کرنے کے لئے مزید سہولتیں مہیا کی گئیں۔ ماہ رمضان میں سب کے سامنے کھانے پینے کی ممانعت کی گئی۔ احترام رمضان کے لئے حکم نافذ کیا گیا۔ شرعی عدالتوں نے اسلامی قوانین کے مطابق کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ سب سے بڑی شرعی عدالت ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو خاص طور پر اسلام کی خدمت کے لئے استعمال میں لایا گیا ہے۔ راسخ العقیدہ مسلمانوں پر مشتمل مجلس شوریٰ قائم کی گئی ہے جو حکومت کو صحیح مشورے دیتا ہے۔

تحفّظِ عامہ

شہری دفاع:

طاہر کے سکول میں شہری دفاع کا مظاہرہ تھا۔ سب بچّے مدرسے کے بڑے میدان میں جمع تھے۔ یہ مظاہرہ نویں اور دسویں جماعتوں کے طلبا نے کیا۔ پہلے خطرے کا سائرن بجا۔ سائرن کی آواز سُن کر سب نے محفُوظ جگہ میں پناہ لے لی۔ پھر ایک مصنوعی بم پھٹا۔ قریب ہی گھاس پھُوس پڑا تھا، اس میں آگ لگ گئی۔ لڑکوں نے پانی کے پمپ کے ذریعے آگ بجھائی، زخمیوں کو ابتدائی اِمداد دی، اِن کے زخموں کی مرہم پٹّی کی اور اُنھیں اُٹھا کر ہسپتال پہنچایا۔ اُونچی جگہوں سے رسیوں کی سیڑھی کے ذریعے زخمیوں کو نکالنے کا کام خاصا مُشکل تھا لیکن لڑکوں نے یہ کام بھی بہت اچھّی طرح کر کے دِکھایا۔ سب کو یہ مظاہرہ بہت پسند آیا اور سب نے خُوب تالیاں بجائیں۔

طاہر نے اپنے ابّا جان سے کہا کہ مَیں بھی شہری دفاع کی تربیّت حاصل کروں گا۔ طاہر کے ابّا جان نے کہا۔ ہاں بیٹے شہری دفاع کی تربیّت حاصل کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ جنگ کی صورت میں جب کہ ہماری بہادر فوجیں سرحدوں کی حفاظت کے لیے لڑ رہی ہوتی ہیں، دُشمن شہری آبادی پر ہوائی حملے کر کے عوام کے حوصلے پَست کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہوائی حملہ لوگوں میں افراتفری پھیلانے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے لیکن اگر عوام میں سے اکثر لوگوں نے شہری دفاع کی تربیّت حاصل کی ہو اور وُہ تنظیم سے کام کریں تو نہ صرف بہت سی جانیں ضائع ہونے سے بچ جاتی ہیں بلکہ عوام کے حوصلے بھی بلند رہتے ہیں۔ اِس طرح دُشمن بھی اپنے

ارادوں میں کامیاب نہیں ہوتا۔

طاہر بولا ابّا جان "شہری دفاع کی تربیّت کون دیتا ہے"، طاہر کے ابا جان نے بتایا۔ شہری دفاع کی تربیّت کے لیے ایک الگ محکمہ قائم کیا گیا ہے جسے محکمہ شہری دفاع کہتے ہیں۔ اِس محکمے کے لوگ جگہ جگہ شہری دفاع کی تربیّت کا اہتمام کرتے ہیں۔ جنگ کے علاوہ اگر مُلک کِسی اور مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو بھی شہری دفاع کی تربیّت بے حد مفید ثابت ہوتی ہے۔ "وہ کیونکر" طاہر نے پُوچھا۔ طاہر کے ابا جان نے جواب دیا۔ وُہ اِس طرح کہ زلزلے یا سیلاب وغیرہ کی صورت میں شہری دفاع کی تربیّت حاصل کر کے بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہونے سے بچائی جا سکتی ہیں۔ زلزلے کی وجہ سے بہت سے لوگ ملبے کے نیچے دب کر زخمی ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کو بروقت نکال لیا جائے اور ابتدائی طبّی اِمداد دے دی جائے تو ان کی حالت خراب ہونے سے بچ سکتی ہے۔ اِسی طرح سیلاب کی صورت میں بند باندھنا اور ڈوبتے ہُوئے لوگوں کو بچانا ایسے کام ہیں جو شہری دفاع کی تربیّت حاصل کر کے بہترین طریقے سے کیے جا سکتے ہیں۔

افواہیں:

طاہر نے کہا۔ ابّا جان ہمارے سکول میں ایک چارٹ پر لکھا ہُوا ہے "افواہوں پر یقین نہ کریں" اِس سے کیا مُراد ہے۔ ابّا جان بولے افواہ جھوٹی خبر کو کہتے ہیں۔ جنگ کے دوران عوام کے حوصلے پست کرنے کے لیے دُشمن عجیب وغریب افواہیں اُڑا دیتے ہیں جِن کا مقصد لوگوں میں نا اُمیدی پھیلانا ہوتا ہے۔ خصوصاً جنگ کے دنوں میں افواہوں پر یقین کرنا بے حد نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اِس لیے کِسی بھی خبر پر یقین کرنے سے پہلے ضرُوری ہے کہ اِس کے متعلق تحقیق کر لی جائے۔ امن کے

زمانے میں بھی بعض لوگ یونہی کوئی خبر اُڑا دیتے ہیں تاکہ لوگوں کا تماشہ دیکھیں۔ یہ لوگ بھی مُلک کے دُشمن ہوتے ہیں اور ان سے ہوشیار رہنے کی ضرُورت ہوتی ہے۔

ہماری مسلّح افواج :

طاہر بولا۔ ابّا جان! اصل میں تو مُلک کی حفاظت ہماری بہادر فوجیں ہی کرتی ہیں نا۔ ہاں بیٹے۔ ابّا جان نے کہا۔ ہماری مسلّح برّی افواج سرحدوں کی حفاظت کے لیے دُشمن کا مقابلہ کرتی ہیں اور اُنھیں ناکام بنا کر اپنے پیارے وطن کی حفاظت کرتی ہیں۔ اِسی طرح ہماری ہوائی فوج لڑاکا طیّاروں کے ذریعے دشمن کے لڑاکا طیّاروں سے مقابلہ کرتی ہے اور اُنھیں مار بھگانے کی کوشش کرتی ہے۔ ان کے علاوہ ہماری برّی فوج کو بھی بہت مدد دیتی ہے۔ برّی و ہوائی فوج کے علاوہ ہماری بحری فوج بھی ہے جو سمندر میں دُشمن کا مقابلہ کرتی ہے اور اپنے علاقہ کی حفاظت کرتی ہے تاکہ دُشمن سمندر کی طرف سے بھی ہماری پاک سرزمین کی طرف قدم نہ بڑھائے۔

نیشنل گارڈ :

طاہر بولا۔ ابّا جان نیشنل گارڈ کسے کہتے ہیں۔ طاہر کے ابّا جان نے بتایا کہ نیشنل گارڈ قوم کی حفاظت کرنے والی ایک قومی محافظ تحریک کا نام ہے۔ اِس کا مقصد عام شہریوں کو فوجی تربیّت دے کر اپنی حفاظت کر سکنے کے قابل بنانا ہے۔ اِس تحریک میں خواتین بھی حِصّہ لے سکتی ہیں۔ وہ بندوق چلانے، دیگر مختلف ہتھیاروں کے اِستعمال اور اپنی حفاظت کرنے کے طریقوں سے واقف ہو جاتی ہیں۔ اِس طرح ضرُورت پڑنے پر وُہ دُوسروں پر بوجھ بننے کی بجائے مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔ ہمارے تمام شہری اور طالب علم بھی نیشنل گارڈز کی سکیموں مثلاً جانباز فورس وغیرہ میں حصّہ لے سکتے ہیں اور فوجی تربیّت حاصل کر کے مُلک کے دفاع کے لیے

مفید کام کر سکتے ہیں۔ اَب تو کئی کالجوں میں بھی فوجی تربیت کا انتظام کیا گیا ہے۔

مُلک کی حفاظت میں طلبا کا حِصّہ:

طاہر اپنے ابّا جان کی گفتگو بڑے غور سے سُن رہا تھا۔ وُہ بولا ابّا جان میرا جی چاہتا ہے کہ مَیں بھی فوج کا ایک افسر بنوں اور اپنے پیارے وطن کی حفاظت کروں۔ طاہر کے ابّا جان نے طاہر کے سر پر محبّت سے ہاتھ پھیرا اور کہا ہاں بیٹے! بڑے ہو کر تُم ضرُور پاکستان کی بہادر فوج میں شامِل ہونا۔" لیکن طلبا بھی اپنے مُلک کے دفاعی کاموں میں شامل ہو سکتے ہیں"۔"وُہ کیسے ابّا جان' طاہر نے پُوچھا" وہ اِس طرح" اُس کے ابّا جان بولے "جنگ کی صورت میں فوجی بھائیوں کے لیے تحفے جمع کرنا، خون کے عطیات دینا یا اُنھیں جمع کرنا، ہوائی حملے یا جنگ سے متاثر ہونے والوں کے لیے ضرُوری سامان مُہیّا کرنا، دفاعی فنڈ جمع کرنا۔ یہ سب بھی تو مُلک کے دفاعی کام ہی ہیں۔ ایسے کام طلبا کو اپنے ذمّے لینا چاہییں تاکہ وُہ بھی اپنے وطن کی حفاظت کرنے میں کِسی سے پیچھے نہ رہیں۔

طاہر بولا۔ ابّا جان! خُون کے عطیات سے کیا مراد ہے؟ ابّا جان نے بتایا۔ بعض زخمی ایسے ہوتے ہیں جِن کے جسم سے خُون زیادہ نکل چُکا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی جان بچانے کے لیے انسانی خون کی ضرُورت ہوتی ہے۔ صحت مند انسان کے جسم سے ضرُورت کے مطابق خون نکال کر یہ خون اُس زخمی کے جسم میں داخل کر دیا جاتا ہے اور اِس طرح اُس کی جان بچ سکتی ہے۔ صحت مند انسان اگر اپنا خون عطیہ کے طور پر دے تو اس کا جسم دو تین روز ہی میں مزید خون بنا لیتا ہے لیکن عطیہ کے طور پر دیے گئے خون سے اس زخمی کی جان بچ سکتی ہے جِس کے جسم سے خون زیادہ نکل چُکا ہو، ورنہ زیادہ خون نکل جانے کی صورت میں انسان کی موت

بھی واقع ہو سکتی ہے۔ جنگ کی صورت میں خون کے عطیات زخمی سپاہیوں کی جان بچانے کے کام آسکتے ہیں اور امن کے دِنوں میں ایسے مریضوں کے کام جن کا کوئی خطرناک قِسم کا اپریشن ہونے والا ہو کیونکہ بعض اوقات اپریشن کے دوران بھی بہت سا خون ضائع ہو جاتا ہے۔ طاہر بولا ابّا جان! جسم سے خون نکالتے وقت زیادہ تکلیف تو نہیں ہوتی، نہیں ابّا جان نے کہا۔ ایک نہایت باریک سی سُوئی بازو پر رگ میں لگا دیتے ہیں۔ اِس سے خون بہت آسانی سے نکل آتا ہے۔ بس اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ سُوئی کے چُبھنے سے ہو سکتی ہے اور یہ تکلیف تو معمولی ہوتی ہے۔

طاہر نے کہا۔ ہاں ابّا جان اگر دُوسروں کی جان بچانے کے لیے زیادہ تکلیف بھی اُٹھانا پڑے تو کوئی بڑی بات نہیں۔

تمام لوگوں کا تحفّظ اور پولیس کا کردار:

ایک دِن طاہر اور اُس کے ابّا جان ٹہلنے کے لیے گئے۔ راستے میں پولیس کے سپاہیوں نے تین چار آدمیوں کو پکڑا ہُوا تھا اور اُنھیں ہتھکڑی لگا کر لیے جا رہے تھے۔ پُوچھنے پر معلُوم ہُوا کہ یہ لوگ پھل والے کی ریڑھی پر سے پَھل اُٹھا اُٹھا کر کھاتے رہے، جب اس نے قیمت مانگی تو اُنھوں نے نہ صِرف قیمت دینے سے اِنکار کیا بلکہ پھل والے کو بہت بُری طرح پیٹا تو پولیس نے اُنھیں علاقے کا امن خراب کرنے کے جرُم میں پکڑ لیا۔ طاہر کو ان لوگوں کی باتیں سُن کر بہت افسوس ہُوا۔ طاہر کے ابّا جان نے کہا۔ بُرے کاموں کا انجام بھی بُرا ہوتا ہے، جو لوگ دُوسروں کی آزادی میں خلل ڈالتے ہیں اُنھیں اس کی سزا ضرُور ملنی چاہیے۔ طاہر نے کہا۔ ابّا جان پولیس والے چوروں، ڈاکوؤں کو بھی پکڑ لیتے ہیں نا؟" ہاں! ابّا جان نے کہا۔ پولیس کے محکمے کا فرض ہے کہ وُہ علاقہ میں امن و امان قائم رکھے۔ اِس لیے ہر وُہ شخص جو امنِ عامہ میں خرابی پیدا کرے، اُسے گرفتار کرنا پولیس والوں کا

فرض ہوتا ہے۔

مُلک میں امن و امان قائم رکھنا بے حد ضرُوری ہوتا ہے تاکہ ہر کوئی ہنسی خُوشی زندگی بسر کر سکے۔ اِس لیے ضرُوری ہے کِہ ہم اِس محکمے کے اہل کاروں سے ان کی امن و امان قائم رکھنے کی کوشش میں مدد کریں۔ اِس سلسلے میں ہمارا فرض ہے کِہ جِس کسی کو قانون کے خلاف کوئی کام کرتا دیکھیں اُس کی پولیس کو اِطّلاع دیں اور کِسی کے جُرم کو چُھپانے کی کوشش نہ کریں۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کِہ قانون کا احترام کرے اور دُوسروں کو بھی ایسا ہی کرنے کی تلقین کرے۔ ہمیں چاہیے کِہ ہم ٹریفک کے اُصولوں کی پابندی کریں۔ بس یا گاڑی وغیرہ میں سوار ہوتے وقت اپنی باری کا انتظار کریں اور لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ پارکوں، شہر اور گاؤں کی صفائی کا خیال رکھیں کیونکہ گندگی سے بیماریوں کے پیدا ہونے اور ان کے پھیلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں بظاہر معمُولی نظر آتی ہیں لیکن عام لوگوں کی زندگی بہتر بنانے میں اِن سب کا بڑا دخل ہے۔

رفاہی ادارے

تعلیمی ادارے :

ہمارا مُلک پاکستان ۱۹۴۷ء میں قائم ہُوا۔ اس وقت مُلک میں بہت کم سکول، کالج تھے۔ رفتہ رفتہ نئے سکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم ہونے لگیں۔ پچھلے چند سال کے دوران میں تو تعلیمی اداروں کی تعداد میں بہت اضافہ ہُوا ہے کیونکہ حکومت کی طرف سے تعلیم کو عام کرنے کے لیے بہت سی نئی تجویزوں پر عمل ہو رہا ہے۔ مُلک بھر میں بہت سے پرائمری سکول قائم کر دیے گئے ہیں جہاں لاکھوں بچّے پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بڑے قصبوں اور شہروں میں مڈل سکول ہیں جہاں طالب علم آٹھویں جماعت تک پڑھتے ہیں۔ ہائی سکول اور کالج اُن سے بھی بڑے قصبوں اور شہروں میں ہیں۔ ہائی سکولوں میں دسویں جماعت تک اور کالجوں میں بی۔اے / بی۔ایس۔سی اور کچھ کالجوں میں ایم۔اے/ایم۔ایس۔سی تک تعلیم کا انتظام ہے، ایم۔اے/ایم ایس۔سی اور بعض فنّی مضمونوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے زیادہ تر طالب علم یونیورسٹیوں میں داخلہ لیتے ہیں۔ مُلک کی یونیورسٹیوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔
۲۔ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور
۳۔ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد
۴۔ بہاؤالدّین ذکریّا یونیورسٹی، ملتان۔
۵۔ اِسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور۔
۶۔ کراچی یونیورسٹی، کراچی۔

۷۔ سندھ یونیورسٹی، جام شورو
۸۔ گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان
۹۔ بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ
۱۰۔ پشاور یونیورسٹی، پشاور
۱۱۔ قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد
۱۲۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد
۱۳۔ مہران یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی جام شورو
۱۴۔ این۔ ای۔ ڈی یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کراچی
۱۵۔ سندھ زرعی یونیورسٹی، ٹنڈو جام
۱۶۔ اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

قائدِ اعظم یونیورسٹی

یونیورسٹیوں کے علاوہ مُلک بھر میں طِب اور انجینئرنگ کی تعلیم کے لیے میڈیکل کالج اور انجینئرنگ کالج قائم کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر بننے کے لیے طلبا میڈیکل کالجوں میں اور انجینئر بننے کے لیے انجینئرنگ کالجوں میں داخلہ

لیتے ہیں۔ اِس کے علاوہ ایسے کالج بھی قائم کیے گئے ہیں جہاں طلبا ہر قسم کی پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور مُلک میں فنی تعلیم کے لیے پولی ٹیکنیک ادارے، ووکیشنل سکول اور ٹیکنیکل کالج قائم کیے گئے ہیں جہاں طلبا بجلی کا کام، لکڑی کا کام، ریڈیو و ٹیلی ویژن مرمّت کرنے کا کام، دھات کی چیزیں بنانے کا کام سیکھتے ہیں۔

زیادہ تعلیمی ادارے قائم ہونے کی بدولت اب زیادہ طلبا کو تعلیم حاصل کرنے کی سہولتیں مِل گئی ہیں جِس سے توقع ہے کہ زیادہ لوگ تعلیم حاصل کرکے مُلک کی ترقّی وخوشحالی میں حِصّہ لے سکیں گے۔

گرل گائیڈنگ و سکاؤٹنگ:

ناصرہ پانچویں جماعت میں پڑھتی ہے۔ پڑھائی کے علاوہ اسے مختلف تعلیمی مشغلوں میں حِصّہ لینے کا بھی شوق ہے۔ ناصرہ گرل گائیڈ بھی ہے۔ ابھی اِس کی عُمر دس سال ہے اِس لیے وہ جونئیر گائیڈ ہے۔ گیارہ سال کی ہوکر وُہ گرل گائیڈ کہلائے گی۔ گرل گائیڈ بنتے وقت ہر لڑکی وعدہ کرتی ہے کہ وُہ اپنے مُلک و قوم کی خدمت کرے گی اور خُوب محنت سے کام کرے گی۔

ناصرہ کا بھائی اکمل نویں جماعت میں پڑھتا ہے۔ وُہ سکاؤٹ ہے۔ سکاؤٹنگ کی تحریک کا مقصد بھی گرل گائیڈنگ کی تحریک کی طرح دُوسروں کی مدد کرنا ہے۔ گرل گائیڈنگ اور سکاؤٹنگ کی تحریکیں طلبا میں اچھّا شہری بننے اور نظم و ضبط سے کام کرنے کا احساس پیدا کرتی ہیں۔ اِس طرح اِن کے دِل میں دُوسروں کی مدد کرنے اور مفید کام کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ گرل گائیڈنگ اور سکاؤٹنگ کی تحریکیں دُنیا کے دُوسرے مُلکوں میں بھی ہیں۔

انجمنِ ہلالِ احمر:

انجمنِ ہلالِ احمر بھی ایک بین الاقوامی تحریک ہے۔ اِس کی شاخیں تمام مُلکوں میں قائم کی گئی ہیں۔ انجمن ہلالِ احمر کی جو شاخیں سکُولوں میں قائم

کی گئی ہیں۔ اِن کا سب سے بڑا مقصد دُکھی اور بیمار انسانوں کی خدمت کرنے اور صحت و صفائی کا خیال رکھنے کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ اِس تحریک کی بدولت دُنیا کے تمام مُلکوں میں اِن طالبِ علموں میں بھائی چارہ کا رشتہ قائم ہوگیا ہے جو اِس انجمن کے ممبر ہیں۔ ہمارے سکولوں کی انجمن ہلالِ احمر نے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں زخمیوں کی مدد کے لیے بہت کام کیا۔ اُنھوں نے فوجی بھائیوں کے لیے تحفے اور دوائیاں بھی جمع کیں۔ مُلک میں سیلاب، زلزلے یا کوئی اور آفت آجانے کی صورت میں انجمن ہلالِ احمر لوگوں اور مریضوں کی مدد کرنے کے لیے ہر وقت تیّار رہتی ہے۔

ہسپتال :

بیماروں کے علاج کے لیے ہمارے مُلک میں بیشتر ہسپتال اور ڈسپنسریاں قائم کی گئی ہیں۔ حکومت کوشش کر رہی ہے کہ ہر ایک کو طبّی سہولتیں میسّر آئیں۔ دیہات میں چھوٹے ہسپتال اور ڈسپنسریوں کی تعداد میں اضافہ کیا جارہا ہے اِس مقصد کے حصول کے لیے اب لازم قرار دے دیا گیا ہے کہ ڈاکٹری کی تعلیم پُوری کرنے کے بعد ہر ڈاکٹر کچھ عرصے کے لیے سرکاری ہسپتالوں میں ضرور کام کرے گا۔

بلڈ بینک :

ہسپتالوں میں کچھ ایسے مریض بھی داخل ہوتے ہیں جو کسی حادثہ وغیرہ میں زخمی ہو جاتے ہیں اور ان کا کافی خون بہہ چکا ہوتا ہے، اُنھیں فوری طور پر خون دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس کے علاوہ اکثر مریضوں کو اپریشن کے وقت بھی خون دینا پڑتا ہے۔ چنانچہ ہسپتالوں میں خون جمع کر کے اُسے محفوظ رکھنے کا اِنتظام کیا جاتا ہے۔ ایسے ادارے بلڈ بینک کہلاتے ہیں۔ کچھ صحت مند اور خدا ترس لوگ خون کا عطیہ دے دیتے ہیں تاکہ اِن کا خون کسی زخمی یا بیمار کے کام آسکے۔ تندرست آدمی خون دے تو دو تین روز ہی میں اس کے جسم میں اِتنا خون دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے جتنا کہ اس نے دیا تھا اور اس کو کوئی تکلیف بھی نہیں

ہوتی مگر یہ خون کئی ایک جانوں کو بچانے کے کام آسکتا ہے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء

کی جنگوں کے دوران بہت سے زخمی فوجی بھائیوں کے لیے نیک دِل طلبا نے اپنے خون کے عطیات دے کر بہت سی جانیں بچائیں۔

ریلیف فنڈ :

اگر خدا نخواستہ مُلک پر کوئی مصیبت مثلاً زلزلہ، سیلاب یا طوفان وغیرہ آجائے یا مُلک جنگ سے دوچار ہو جائے تو حکومت کی طرف سے مصیبت زدہ لوگوں کے لیے ریلیف فنڈ اور جنگ کے لیے دفاعی فنڈ جمع کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اِس طرح حکومت پر سارا بوجھ نہیں پڑتا بلکہ عوام بھی اِس نیک کام میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جب کبھی ریلیف فنڈ یا دفاعی فنڈ جمع کرنے کی مہم چلائی جاتی ہے تو بچّے بڑھ چڑھ کر اس میں

حِصّہ لیتے ہیں کیونکہ وُہ جانتے ہیں کہ یہ نیکی کا کام ہے اور مُلک کی بہتری کے لیے بھی بہت ضرُوری ہے۔

گونگوں، بہروں اور اندھوں کے لیے تعلیمی ادارے:

کچھ بچّے گونگے، بہرے یا اندھے پیدا ہوتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو کِسی حادثے کی وجہ سے بیماری یا حادثے کا شکار ہو کر اپنے سُننے، بولنے یا دیکھنے کی طاقت کھو بیٹھتے ہیں۔ ایسے بچّے نہ تو عام بچّوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اور نہ کوئی کام ہی سیکھ سکتے ہیں۔ اِن کے لیے الگ اداروں کی ضرُورت ہوتی ہے جہاں اُنھیں مختلف طریقوں سے پڑھنا اور لکھنا سکھایا جاتا ہے۔ اِن اداروں میں خاص قِسم کا سامان ہوتا ہے جِس کی مدد سے یہ بچّے لکھنا پڑھنا سیکھتے ہیں۔ پاکستان میں بھی ایسے ادارے موجُود ہیں جہاں اندھے، بہرے اور گونگے بچّوں کو نہ صرف پڑھنا لِکھنا سکھایا جاتا ہے بلکہ اُنھیں کئی قِسم کے کام بھی سکھائے جاتے ہیں مثلاً لکڑی کا کام، چمڑے کا کام، تصویریں بنانا، ٹوکریاں بنانا، سلائی کرنا وغیرہ۔

اِن اداروں میں بچّوں کے علاوہ بڑی عُمر کے گونگے، بہرے اور اندھے لوگوں کی تعلیم اور تربیّت کا بھی اِنتظام ہے۔ اِس طرح سُننے، بولنے اور دیکھنے کی قوّت سے محروم بچّے اور بڑے، دُوسروں پر بوجھ بننے کی بجائے مُلک کے مفید شہری بن جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں زندہ رہنے اور کام کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

لائبریریاں:

کتاب انسان کی دوست ہے۔ اکثر جی چاہتا ہے کہ فارغ اوقات میں درسی کتابوں کے علاوہ کوئی اور کتاب بھی پڑھی جائے۔ کتابیں پڑھنا ایک اچھّا مشغلہ ہے، اِس سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور تفریح بھی ہو جاتی ہے۔ اکثر سکولوں میں چھوٹی چھوٹی لائبریریاں ہوتی ہیں جِن میں دِل چسپ

معلومات بہم پہنچانے والی کتابیں ہوتی ہیں۔ بچّے، اساتذہ کی نگرانی میں سکول ہی میں یہ کتابیں پڑھتے ہیں۔ بعض سکولوں میں بچّوں کو یہ کتابیں گھر لے جانے کے لیے بھی اجازت مل جاتی ہے اور بچّے گھر میں پڑھ کر ایک دو روز میں یہ کتابیں لائبریری میں واپس کر دیتے ہیں۔

سکولوں کی لائبریریوں کے علاوہ طلبا اور پڑھنے لکھنے کے شوقین لوگوں کے لیے بہت سی پبلک لائبریریاں بھی قائم کی گئی ہیں جن میں ہر قسم کی کتابیں مہیّا کی جاتی ہیں۔ جو کوئی چاہے معمولی چندہ ادا کر کے اِن لائبریریوں کا ممبر بن جاتا ہے، اسے ایک کارڈ مِل جاتا ہے۔ یہ کارڈ دِکھا کر لائبریری سے کتاب حاصل کی جاتی ہے اور جب یہ کتاب واپس کر دیں تو دُوسری کتاب لی جا سکتی ہے۔ یہاں ایک کمرہ ایسا بھی ہوتا ہے جہاں بیٹھ کر لوگ کتابیں وغیرہ پڑھ سکتے ہیں، اُسے ریڈنگ رُوم کہتے ہیں۔

پنجاب پبلک لائبریری اور بہاول پور پبلک لائبریری کی قِسم کی بڑی بڑی لائبریریاں تو چند ایک ہی ہیں، البتّہ اکثر شہروں میں چھوٹی چھوٹی لائبریریاں قائم کر دی گئی ہیں۔ اِن لائبریریوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ کیا جا رہا ہے۔

نیشنل پارک، چڑیا گھر اور تفریحی مقامات:

پڑھائی کے ساتھ ساتھ سیر و تفریح بھی بہت ضرُوری ہے۔ حکومت کی طرف سے بچّوں کے لیے جگہ جگہ پارک بنا دیے گئے ہیں جہاں جُھولے جھولنا اور اِسی قِسم کے دُوسرے کئی کھیلوں کا اِنتظام کیا گیا ہے۔ بڑے بڑے شہروں مثلاً لاہور، کراچی، حیدر آباد، بہاول پور وغیرہ میں چڑیا گھر ہیں جہاں قِسم قِسم کے جانور رکھّے گئے ہیں۔ بچّے چڑیا گھر کی سیر بھی بڑے شوق سے کرتے ہیں۔ بندروں اور ریچھوں کو چنے کھلاتے ہیں۔ بندر طرح طرح کے تماشے کرتے ہیں جنھیں دیکھ کر بچّے بہت خُوش ہوتے ہیں۔

چڑیا گھر

چند بڑے شہروں مثلاً لاہور، ٹیکسلا، کراچی میں عجائب گھر ہیں۔
عجائب گھروں میں پُرانے زمانے کی چیزیں سجائی گئی ہیں۔ اِن کو دیکھنے سے
پتا چلتا ہے کہ ہم سے پہلے کے لوگوں کے رہنے سہنے کے طریقے کیا تھے۔

چند ایک تاریخی عمارات اور بڑے بڑے پارکوں کو حکومت کی طرف سے
قابلِ دید جگہیں بنا دیا گیا ہے۔ مثلاً راولپنڈی میں راول ڈیم اور نیشنل پارک،
کراچی میں کلفٹن پارک، ہل پارک، جھیل پارک اور مقبرہ قائدِ اعظم، لاہور میں
شالا مار باغ، جہانگیر کا مقبرہ، مینارِ پاکستان، جناح باغ وغیرہ۔ بڑے شہروں
میں آرٹ گیلریاں بھی بنائی گئی ہیں جہاں بڑے بڑے ماہر فن کاروں کی بنائی
ہوئی تصاویر جمع کی گئی ہیں۔ تصاویر میں دل چسپی رکھنے والے لوگ آرٹ گیلریوں

کی سیر کے لیے بڑے شوق سے جاتے ہیں۔

محکمۂ اوقاف:

عام لوگوں کی بہتری کے بہت سے کام محکمۂ اوقاف نے بھی اپنے ذمّے لے رکھّے ہیں۔ یہ محکمہ بڑی بڑی درگاہوں کی حفاظت کا ذمّہ دار ہے۔ اِن کی آمدنی و خرچ کا حساب رکھتا ہے۔ اِن درگاہوں اور وقف جائدادوں کی آمدنی سے تبلیغِ اِسلام اور رفاہِ عامہ کے کام کیے جاتے ہیں۔ محکمۂ اوقاف کی زیرِ نگرانی بہت سے دینی مدرسے قائم کیے گئے ہیں جہاں دینی تعلیم کا اِنتظام کیا گیا ہے۔ بہت سے طالب علم ان مدرسوں میں داخل ہوکر اِسلامی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ شاہی مسجد میں عُلماء اکیڈمی بھی اِسی محکمے کے تحت قائم کی گئی ہے۔ اِس اکیڈیمی میں خطیبوں کو تربیّت دی جاتی ہے تاکہ وُہ اِسلام کی تبلیغ کا کام بہتر طور پر کر سکیں۔

محکمۂ اوقاف کے تحت چند ایک ہسپتال بھی چلائے جا رہے ہیں جہاں مریضوں کے مُفت علاج کا انتظام کیا گیا ہے۔ لاہور کا داتا دربار ہسپتال اِسی قِسم کے ہسپتالوں میں سے ایک ہے۔

محکمۂ اوقاف کی طرف سے مستحق اور غریب لڑکیوں کے لیے جہیز کا بھی بندوبست کیا جاتا ہے۔ اِس مقصد کے لیے ایک کمیٹی بنا دی جاتی ہے جو مستحق غریب لڑکیوں کے جہیز کا بندوبست کرتی ہے۔

قومی بچت کی سکیمیں:

مُلک کی ترقّی اور خوش حالی کے لیے حکومت نے قومی بچت کی کئی سکیمیں جاری کر رکھّی ہیں جِن کا مقصد یہ ہے کہ خرچ کرنے کے بعد ہمارے پاس جو روپیہ بچ جائے اُسے گھر میں رکھ چھوڑنے کی بجائے قومی بچت کی سکیموں میں لگایا جائے۔ اِس کا فائدہ یہ ہے کہ روپیہ بے کار پڑا رہنے کی بجائے قومی اِستعمال میں آتا رہتا ہے۔ اِس رقم سے قومی ترقی کے بہت سے کام

کیے جاتے ہیں، مثلاً تجارت، صنعت، زراعت کو بہتر بنانے کے لیے ترقیاتی کام۔

غرض بچت کی سکیموں میں لگائی ہُوئی ہماری رقم ایک تو قومی ترقّی و دفاع کے کاموں میں اِستعمال ہوتی ہے، دُوسرے ہمیں ہر سال اِس رقم پر کچُھ منافع بھی مِل جاتا ہے اور تیسرے ہماری رقم بھی محفوظ ہو جاتی ہے۔ گھر میں رکھنے سے چوری کا ڈر بھی ہو سکتا ہے لیکن بچت کی سکیموں میں روپیہ لگا دینے سے رقم بالکل محفُوظ ہو جاتی ہے، ہم اپنی جمع کی ہُوئی رقم سے جب جتنا روپیہ چاہیں، واپس لے سکتے ہیں۔ بچت کی کئی سکیمیں ہیں مثلاً خاص ڈیپازٹ سرٹیفیکٹ، این۔ آئی۔ ٹی۔ یونٹ، ڈیفنس سیونگ سرٹیفیکٹ، انعامی بانڈ وغیرہ۔

بچت کا روپیہ ڈاک خانوں یا بینکوں میں بھی جمع کروایا جا سکتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی ضرُورت کے مطابق خرچ کریں اور جو روپیہ اپنی ضرُورت پُورا کرنے کے بعد ہمارے پاس بچ جائے اُسے قومی بچت کی کسی نہ کِسی سکیم میں ضرُور لگائیں تاکہ ہمارا مُلک ترقّی کرے اور ہم خُوش حال ہوں۔

مسائل اور اُن کا حل

سیم اور تھور:

ہر جاندار کی طرح پودوں کو بھی پھلنے پھُولنے کے لیے ہوا، پانی اور خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ پودے اپنی خوراک زیادہ تر جڑوں سے حاصل کرتے ہیں۔ بعض اوقات زمین کی تہہ کے نیچے کا پانی سطح کے قریب آجاتا ہے اور کبھی کبھی یہ پانی زمین کے اُوپر آجاتا ہے۔ ایسی صُورت میں پودوں کے لیے صحیح خوراک نہیں بنتی اور پودے گلنا سڑنا شروع ہوجاتے ہیں۔ زمین کی ایسی حالت کو "سیم" کہتے ہیں۔ اگر پودوں کے جڑ والے حصّے میں سیم نہ ہو تو پودا ہرا بھرا ہوتا ہے اور اس حِصّے میں پانی ہی پانی ہو تو جڑیں گل سڑ جاتی ہیں اور پودا مُرجھا جاتا ہے۔

پاکستان میں آب پاشی کا اہم ذریعہ نہریں ہیں۔ نہروں سے پانی رِس رِس کر ساتھ والی زمینوں میں جمع ہوتا رہتا ہے، دُوسرے بعض فصلوں کے لیے زیادہ پانی کی ضرُورت ہوتی ہے، اِس لیے جِن کھیتوں میں ایسی فصلیں کاشت کی جاتی ہیں وہاں کا پانی دُوسرے کھیتوں کی نسبت زیادہ مقدار میں زمین کے نیچے رِس جاتا ہے۔ اِس طرح زمین کی تہہ پر پانی اُونچا ہو جاتا ہے اور زمین کاشت کے قابل نہیں رہتی۔ پاکستان میں لاکھوں ایکڑ زمین سیم سے خراب ہوچکی ہے اور کاشت کاری کے قابل نہیں رہی۔

سیم زدہ زمین کو ٹھیک کرنے کا حل یہ ہے کہ کِسی طرح زمین سے پانی خارج کیا جائے تاکہ زمین کی تہہ میں پانی کی سطح نیچی ہو جائے اور اُوپر کی زمین خُشک رہے۔ پانی خارج کرنے کا آسان اور مفید ذریعہ ٹیوب ویل ہیں۔ ٹیوب ویل لگانے کا کام واپڈا کے محکمے کو سونپا گیا ہے۔ واپڈا نے اب تک ہزاروں ٹیوب ویل

لگائے ہیں جو زمین سے پانی کھینچتے ہیں اور قریبی نہر یا نالے میں ڈال دیتے ہیں۔ اِس طرح ہر سال کچھ زمین سیم سے پاک کردی جاتی ہے۔ مُلک سے سیم کی لعنت کو ختم کرنے کے لیے بہت محنت اور روپے کی ضرورت ہے۔

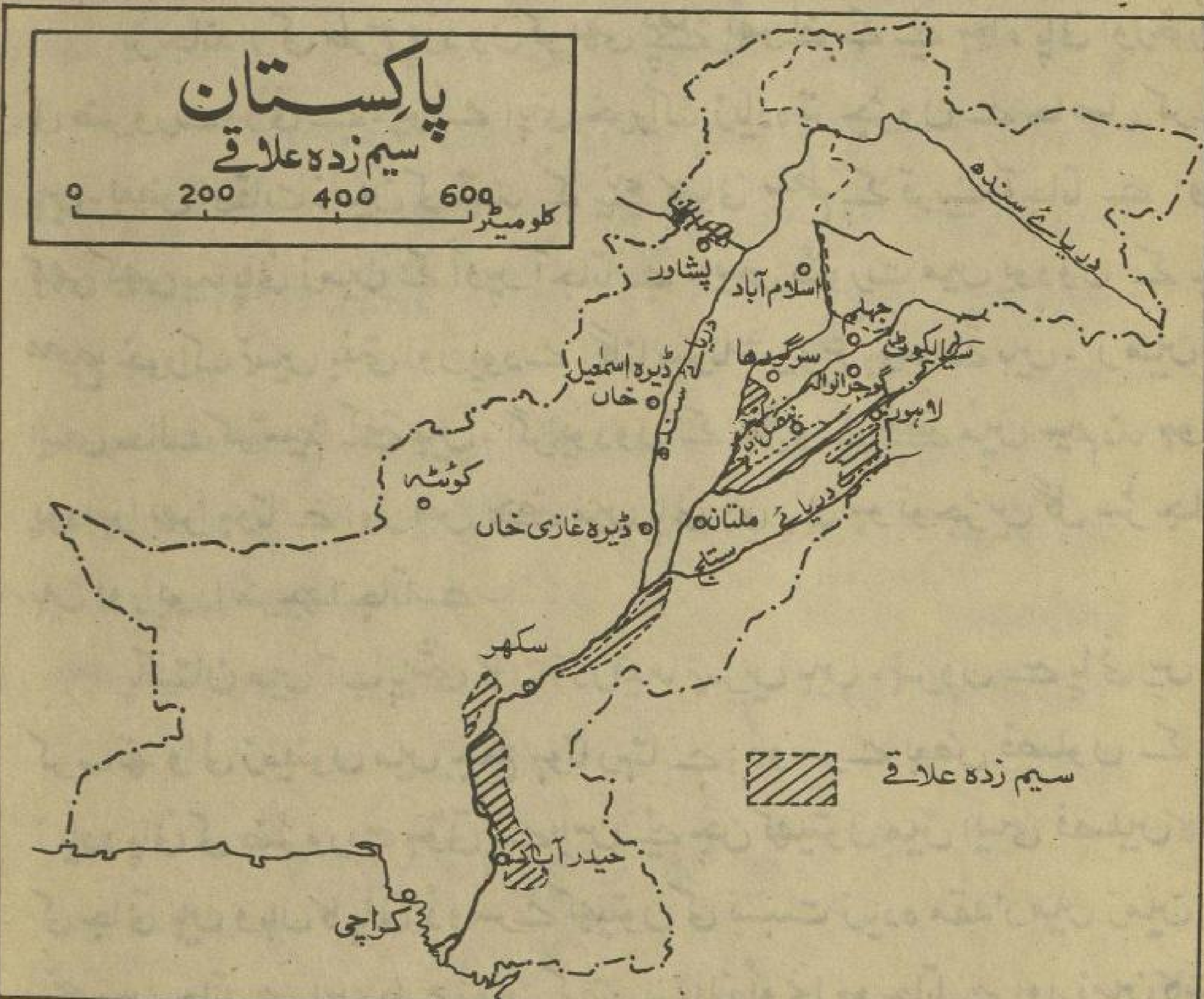

ٹیوب ویل کے علاوہ سیم زدہ علاقے میں نالیاں بھی کھودی جاتی ہیں تاکہ اِردگِرد کی زمین کا پانی رِس رِس کر نالیوں میں جمع ہوتا رہے اور زمین خُشک ہوجائے۔ نقشے میں دیکھ کر بتایئے کہ پاکستان کے سیم زدہ علاقے کون کون سے ہیں۔

زمین کی دُوسری بیماری تھور ہے۔ تھور زدہ زمین میں پودوں کے

جڑ پکڑنے والے حصے میں بہت زیادہ نمک اکٹھا ہو جاتا ہے۔ یہ نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے اور جڑیں خوراک حاصل نہیں کر سکتیں جس سے پودے مُرجھا جاتے ہیں۔

تھور دُور کرنے کے لیے کھیتوں کو لگا تار پانی دیا جاتا ہے تاکہ پانی جس وقت زمین میں جذب ہو جائے تو اپنے ساتھ نمک کو بھی نیچے لے جائے۔ فصلوں کو بدل بدل کر اُگانے سے بھی تھور پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ سیم کی طرح تھور پر قابو پانا بھی ضرُوری ہے۔

اناج کی کمی:

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مُلک میں سب سے اہم پیشہ زراعت ہے لیکن آبادی کے بڑھنے کی وجہ سے ہم اپنی ضرُورت کے مطابق غلّہ پیدا نہیں کر سکتے اسی لیے ہمیں ہر سال کروڑوں روپوں کی گندم باہر سے منگوانا پڑتی ہے۔ اگر ہم ضرُورت کے مطابق اناج پیدا کریں تو انہیں کروڑوں روپوں سے ہم مشینری منگوا کر نئے کارخانے لگا سکتے ہیں جس سے ہمارا مُلک ترقّی کر سکتا ہے۔

ہماری حکومت کوشش کر رہی ہے کہ ہم اتنی مقدار میں گندم پیدا کریں جس سے پاکستان کے ہر شہری کو پیٹ بھر کر کھانا مِل سکے اور ہم باہر سے گندم نہ منگوائیں۔ اِس سلسلے میں نئے بیج تلاش کیے جا رہے ہیں جن کی فی ایکڑ پیداوار زیادہ ہے۔ بنجر زمینوں کو آباد کرنے کی کوشش بھی کی جا رہی ہے اُمید ہے کہ دو سال تک ہم اپنی ضرُورت کے مطابق اناج پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ناخواندگی:

ہم پڑھ چکے ہیں کہ ہماری حکومت ہر سال سینکڑوں پرائمری، مڈل اور ہائی سکول کھولتی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ پڑھ لکھ سکیں لیکن ہماری آبادی اتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ پڑھے لکھے لوگوں کی فی صد تعداد میں

خاطرخواہ اضافہ نہیں ہوتا۔ ان میں وہ ان پڑھ لوگ بھی شامل ہیں جن کی عمر زیادہ ہے اور باقاعدہ سکول نہیں جا سکتے۔

ناخواندگی کو دُور کرنے کے لیے حکومت نے بالغ لوگوں کے لیے ایک علیحدہ انتظام کر دیا ہے۔ پرائمری سکول کے اساتذہ کو تربیّت دی جا رہی ہے تاکہ وہ شام کے وقت اِسی سکول میں بالغوں کو پڑھانے کا کام کریں۔ اِس سلسلے میں ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اپنے خاندان یا محلے کے اَن پڑھ لوگوں کو پڑھنا لِکھنا سکھائیں۔

بیماریاں :

پاکستان میں ابھی تک بیماریوں کی روک تھام اور تمام افراد کے علاج کا خاطرخواہ انتظام نہیں ہو سکا۔ بیماریوں کی ایک وجہ ناخواندگی بھی ہے۔ آپ نے ابھی پڑھا کہ پاکستان میں اکثر لوگ اَن پڑھ ہیں۔ اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے صحت کے عام اُصولوں سے نہ تو اچھّی طرح واقف ہیں اور نہ ہی ان پر عمل کرتے ہیں۔ اِس کے نتیجے میں ملیریا، ہیضہ اور پیٹ کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے ضرُوری ہے کہ ہم حفظانِ صحت کے اُصولوں پر عمل کریں اور ہسپتالوں میں اپنی بیماریوں کا بروقت علاج کرائیں۔

غیر متوازن غذا

ہمارے جسم کو تندرست اور توانا رکھنے کے لیے ہمیں غذا کے مختلف اجزا کی ضرُورت ہوتی ہے۔ ان میں حیاتین، روغنیات، نمکیات ضرُوری ہیں۔ یہ تمام چیزیں گوشت، سبزیوں اور پھلوں میں ملتی ہیں۔ اگر ہم روزانہ ان کی مناسب مقدار کھاتے رہیں تو ہماری صحت اچھّی رہتی ہے۔

بے روزگاری :

پاکستان میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنھیں مناسب کام نہیں ملتا۔ اِس طرح

ان کی قوّتِ کار ضائع ہو جاتی ہے۔ بے روزگاری پڑھے لکھے لوگوں میں بہت زیادہ ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ سکولوں میں پیشہ وارانہ تعلیم کا خاص انتظام نہیں۔ دفتروں میں اِتنی ملازمتیں نہیں ہوتیں کہ ہر ایک ملازم ہو سکے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم کچھ اور تو نہیں کر سکتے اُلٹا اپنے مُلک پر بوجھ بن جاتے ہیں۔

ہمارے دیہات میں کِسان کچھ دِن تو بہت کام کرتے ہیں اور کچھ دِن اُنہیں نسبتاً کم کام ہوتا ہے۔ اِس طرح وہ بھی اپنی قوّتِ کار کا پُورا پُورا اِستعمال نہیں کر سکتے۔

ہمارے سکولوں میں ہر بچّے کو اُس کی صلاحیّت کے مطابق تعلیم دینا چاہیے تاکہ تعلیم سے فارغ ہو کر اپنی مرضی کا کام کر سکے۔ دیہات میں ایسی گھریلو صنعتوں کو جاری کرنا چاہیے جِن میں کِسان فارغ وقت میں کام کر سکیں تاکہ اپنی قوّتِ کار کا بہتر استعمال کریں اور روپیہ کما کر مُلک کی ترقّی میں حِصّہ لیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت خدیجہؓ ہمارے پیارے نبی محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پہلی بیوی تھیں۔ آپؓ نے عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپؓ ہی کے بطن سے حضرت فاطمۃ الزہراؓ پیدا ہوئیں۔

حضرت خدیجہؓ کا خاندان بہت امیر تھا لیکن آپؓ میں بہت انکساری تھی۔ امیر ہو یا غریب آپؓ بہت عزّت سے پیش آتیں۔ آپؓ کے اخلاق شروع ہی سے اتنے پاکیزہ اور عادتیں اِتنی اچھّی تھیں کِہ لوگوں نے آپؓ کو طاہرہ یعنی پاک کا لقب دے رکھّا تھا۔

آپؓ کے والد اور پہلے شوہر فوت ہو گئے تاہم آپؓ نے تجارت کے پیشے کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور اِسی تلاش میں تھیں کِہ ایک ایسا نیک، ایماندار اور پارسا آدمی مِلے جِس کے ذریعے تجارت کے کاروبار میں اضافہ کیا جا سکے۔ اِس وقت تک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جوان ہو چکے تھے اور اپنی پارسائی، نیکی اور ایمانداری کی وجہ سے امین و صادق کے القاب حاصل کر چُکے تھے۔ آپؐ کو بھی تجارت کا پیشہ پسند تھا لیکن آپؐ کے پاس روپیہ نہ تھا۔ جب حضرت خدیجہؓ کو آنحضرتؐ کی سچّائی، ایمانداری اور نیکی کا پتا چلا تو پیغام دے کر بلایا اور مال لے جانے کو کہا۔ آپؐ راضی ہو گئے۔ آپؐ نے محنت اور دیانت داری سے کام کیا اور پہلے لوگوں سے کئی گُنا زیادہ منافع دِکھایا۔

آپؐ کی دیانت داری اور نیکی سے حضرت خدیجہؓ اِتنی متاثر ہُوئیں کِہ نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ اِس طرح حضرت خدیجہؓ آنحضرتؐ کے حرم میں پہنچیں اور اُمّت کی ماں بننے کا شرف پایا۔ اُس وقت آنحضرتؐ کی عُمر ۲۵ سال تھی۔ اور حضرت خدیجہؓ کی عُمر ۴۰ سال تھی۔ نکاح کے

پندرہ برس بعد آنحضرتؐ کو نبوّت مِلی۔ حضرت خدیجہؓ بڑی مالدار خاتون تھیں - ان کی ساری دولت تبلیغِ اسلام کے کام آئی۔

یہ پندرہ سال آپؐ کے لیے بڑے سوچ بچار کے تھے - کئی کئی دن گھر سے باہر غارِحرا میں رہتے - کئی دفعہ بے چین ہو جاتے لیکن حضرت خدیجہؓ آپؐ کی غم گسار تھیں - آپؐ کی ہر طرح سے خدمت کرتیں جِس سے آپؐ کے ذہن کا کافی بوجھ ہلکا ہو جاتا -

جب غارِ حرا میں پہلی بار وحی اُتری اور فرشتے نے بتایا کہ آپؐ دُنیا کی ہدایت کے لیے مقرّر ہُوئے ہیں تو جلال سے آپؐ کا دل کانپنے لگا۔ آپؐ اِسی حالت میں گھر پہنچے اور فرمایا - مجھے کپڑا اوڑھا دو - تھوڑی دیر بعد سارا ماجرا حضرت خدیجہؓ کو سُنایا اور فرمایا۔ "مجھے ڈر ہے" تو حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا۔ گھبرائیے نہیں - آپؐ رشتہ داروں کے تمام حقُوق ادا کرتے ہیں - فقیروں اور بے کسوں کی مدد کرتے ہیں - مہمان نواز ہیں۔ مصیبت کے وقت لوگوں کا ہاتھ پکڑتے ہیں - خُدا آپؐ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑے گا۔" اس کے بعد آپؐ نے خُدا کا پیغام لوگوں تک پہنچانا شرُوع کر دیا -

مکّہ میں قریش کی سختیاں بڑھ گئیں تو اُس وقت بھی حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کا پُورا پُورا ساتھ دیا۔ حضوؐر نے خُود ایک مرتبہ ان کا ذکر کرتے ہُوئے فرمایا "جب لوگوں نے جھٹلایا تو خدیجہؓ نے میری تصدیق کی۔ جب لوگ کافر تھے تو وُہ اِسلام لائیں۔ جب میرا کوئی بھی مددگار نہ تھا تو میری مدد کی۔" حضرت خدیجہؓ نے ۲۵ برس تک رسول پاکؐ کی رفاقت فرمائی آپ نے ہجرت کے دسویں برس ماہِ رمضان میں وفات پائی۔

حضرت فاطمۃ الزہرا

حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحب زادی تھیں۔ آپؑ کی پرورش آپؑ کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے نے بڑے پیار و محبت سے کی۔ حضرت خدیجہؓ اکثر فرمایا کرتی تھیں، "مجھے فاطمہؑ سے زیادہ کسی بچے کی پرورش میں لطف نہیں آیا"۔ حضرت فاطمہؑ میں اپنی ماں کی تمام صفات موجود تھیں۔

حضرت فاطمہؑ نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے ابا جان کو مشکل حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے دیکھا۔ جب حضورؐ نے کافروں کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے آپؐ کو طرح طرح کی جسمانی تکالیف دینا شروع کر دیں۔ کبھی آپؐ پر پتھر پھینکے اور کبھی گندگی، جس راستے سے آپؐ گزرتے اُس میں گھاس اور کانٹے بچھائے جاتے اور آپؐ کے پاؤں لہولہان ہو جاتے۔ ایک دن آپؐ خانۂ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک کافر نے آپؐ کی گردن پر اونٹ کی اوجھری لاکر رکھ دی۔ باقی کافر ہنسنے لگے۔ اتنے میں حضرت فاطمہؑ کو پتا چلا تو وہ فوراً آئیں اور آپؐ کی گردن سے اوجھری ہٹائی۔ اس قسم کے واقعات نے حضرت فاطمہؑ میں تحمل، بردباری، ایثار اور قربانی کی صفات پیدا کر دیں۔ جب آپؑ بڑی ہوئیں تو ہر تکلیف اور مشکل کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتی تھیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا کی شادی حضرت علی مرتضٰےؑ سے ہوئی۔ حضرت فاطمہؑ کی طرح حضرت علیؑ کی پرورش بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچوں کی طرح کی۔ آپؐ کو حضرت علیؑ سے بہت زیادہ پیار تھا۔ آپؐ نے نکاح سے پہلے اپنی بیٹی کی بھی رضامندی حاصل کر لی۔

حضورؐ نے اپنی بیٹی کو جو جہیز دیا اس میں قرآن مجید کی چند سورتیں ایک جاء نماز، بان کی چارپائی، چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کے پتّے تھے اور کھجور کے پتّوں کا ایک تکیہ، دو پاجامے، دو مٹّی کے مٹکے، ایک چکّی، ایک مشکیزہ اور مٹّی کا ایک پیالہ شامل تھا۔ حضرت علیؑ کی طرف سے ایک بستر، چمڑے کا ایک تکیہ جس میں اُون بھری ہوئی تھی، مٹّی کا ایک پیالہ، چند آب خورے، ایک پردہ اور چاندی کے دو بازو بند تھے۔

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؑ نے ساری عُمر نہایت سادگی اور غریبی میں گزار دی مگر بڑے خُوش رہے۔ حضرت علیؑ نے ایک دفعہ فرمایا "فاطمہؓ جس طرح خدا کی اعلیٰ مخلوق ہے، اِسی طرح بہترین گھر والی بھی ہے۔ خُدا کی عبادت اور میری رضامندی کے ساتھ ساتھ وہ گھر کی صفائی بھی ضروری سمجھتی ہے۔ اِس کے گھر میں قیمتی چیزیں تو نہیں لیکن اس کی چکی پر گرد وغبار اور ہمارے بستر پر دھول نہیں ہوتی۔ نمازِ فجر سے پہلے بستر تہہ کر کے رکھ دیتی ہے اور مٹّی کے برتن جھاڑ پونجھ کر صاف کر لیتی ہے۔ دوپٹے میں پیوند ہوتے ہیں مگر میلا نہیں ہوتا۔"

حضرت فاطمہؓ نے اپنی اولاد کی تربیّت بڑے اچھّے طریقے سے کی جب بھی کبھی کوئی بات سمجھانا ہوتی تو وہ قرآن کریم کی آیات سے ہی مدد لیتی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ کو آنحضرتؐ سے بے حد پیار تھا۔ جب آپؐ رحلت سے پہلے بیمار ہوئے تو حضرت فاطمہؓ آپؐ کے پاس رہیں۔ آپؐ کے وصال کے بعد حضرت فاطمہؓ کی طبیعت خراب رہنے لگی اور تقریباً چھ ماہ بعد آپؓ بھی اِس دُنیا سے رُخصت ہو گئیں۔

حضرت امام حسینؑ

حضرت امام حسینؑ حضرت فاطمۃ الزہرا کے بیٹے تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وَآلِہٖ وسلّم نے اِن کا نام حسینؑ رکھا۔ آنحضرتؐ کو ان سے بہت پیار تھا۔ ان کی اعلیٰ تربیّت میں حضرت محمّدؐ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا خاص دخل تھا۔ تمام صحابہ کرام کو ان سے عقیدت تھی۔

حضرت امام حسینؑ اسلامی لشکر کے نامور سپاہی تھے۔ آپؑ نے اپنی زندگی میں بہت سے بہادری کے کارنامے سرانجام دیے۔ آپؑ اس لشکر میں بھی شامل تھے جس نے فتح مصر کے بعد افریقہ کی فتوحات میں حصّہ لیا تھا۔ آپؑ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی جنگوں میں شریک ہوتے رہے۔

آپؑ جذبہ اُخوّت سے سرشار تھے۔ آپؑ مُسلمانوں میں آپس کی ناچاقی قطعاً پسند نہیں کرتے تھے۔ جب آپؑ کو پتا چلا کہ چند شرپسند حضرت عثمانؓ کو تنگ کر رہے ہیں تو آپؑ بہت پریشان ہُوئے۔ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے ان کے گھر پہنچ گئے۔ حضرت امام حسینؑ نے شرپسندوں کو اِن حرکتوں سے باز رہنے کے لیے کہا لیکن انھوں نے کسی کی بھی نہ سُنی بلکہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔

حضرت علیؑ کے زمانۂ خلافت میں بھی حضرت امام حسینؑ اپنے والد کے ساتھ جنگوں میں برابر شریک ہوتے رہے اور اپنی شجاعت کے جوہر دِکھاتے رہے۔

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ خلیفہ بنے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے یزید کے حق میں لوگوں سے بیعت لے لی۔ حضرت امام حسینؑ کو یہ بات پسند نہ آئی کیونکہ ان کے نزدیک یزید خلیفہ بننے کا اہل نہیں تھا۔ کوفہ کے رہنے والے بھی حضرت امام حسینؑ

کے ہم خیال تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے حضرت امام حسینؑ کو خطوط کے ذریعے حمایت کا یقین دلادیا۔

حضرت امام حسینؑ اپنے رشتہ داروں کے علاوہ کچھ دُوسرے مُسلمان حامیوں کے ہمراہ کوفہ روانہ ہُوئے۔ اِسی دوران یزید نے کوفہ والوں کو ڈرانا دھمکانا شرُوع کر دیا۔

یزید کی فوج نے حضرت امام حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں کو راستہ میں روک لیا اور انھیں یزید کی بیعت کرنے کو کہا، لیکن حضرت امام حسینؑ اپنے فیصلے پر ڈٹے رہے اور جہاد پر آمادہ ہو گئے۔ یزید کی فوج نے دریائے فرات پر قبضہ کر کے پانی بند کر دیا۔ اِن تکالیف کے باوجُود حضرت امام حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ اِس طرح اُنھوں نے بادشاہت کے خلاف اپنی جان دے کر مُسلمانوں کے لیے قربانی کی ایک مثال قائم کر دی۔

محمّد بن قاسمؒ

آپ پڑھ چکے ہیں کہ سندھ کے راجا داہر کو اس کی سرکشی کی سزا دینے کے لیے محمّد بن قاسمؒ مختصر سی فوج لے کر دیبل پر حملہ آور ہُوا۔ دیبل سندھ کی سب سے بڑی اور مشہور بندرگاہ تھی۔ محمّد بن قاسمؒ کی آمد کی خبر سُن کر دیبل کی فوج قلعہ بند ہو گئی۔ قلعہ میں ایک بڑا مندر تھا۔ اس کے اندر بہت سے بُت رکھّے ہُوئے تھے۔ عمارت کے اُوپر ایک بہت بڑا گُنبد تھا جس پر ایک جھنڈا لگا رہتا تھا۔ مندر کے کچھ پجاریوں نے محمّد بن قاسمؒ کو بتایا کہ جب یہ جھنڈا گرے گا تو شہر فتح ہو جائے گا۔

محمّد بن قاسمؒ جھنڈے کے بارے میں وہاں کے لوگوں کے عقیدے کے پیشِ نظر زیادہ جوش و خروش سے لڑا تاکہ جھنڈے کو گرایا جا سکے۔ مُسلمان اپنے سامان جنگ کے ساتھ چند منجنیقیں بھی لائے ہوئے تھے۔ منجنیق سے بڑے بڑے پتّھر دُور دُور تک پھینکے جا سکتے تھے۔ سب سے بڑی منجنیق کا نام "عروس" تھا۔ اِس منجنیق سے جھنڈے پر پتّھر برسائے گئے۔ جھنڈا ٹوٹ کر نیچے جا گرا۔ اِس پر راجا داہر کی فوج کے سپاہی بہت گھبرائے اور قلعے سے باہر نکل آئے۔ اب مُسلمانوں کو کھُلے میدان میں لڑنے کا موقع مِل گیا۔ اِس لڑائی میں ہندو فوج کو بہت نقصان اُٹھانا پڑا۔ مُسلمان سپاہی قلعے کی دیوار پر چڑھ کر قلعے میں داخل ہو گئے اور تین دن میں شہر فتح ہو گیا۔

محمّد بن قاسمؒ نے دیبل والوں سے اچھّا سلوک کیا۔ مندر کو مندر ہی رہنے دیا۔ پجاریوں کو بھی کچھ نہ کہا۔ مندر کے پاس ہی مسجد تعمیر کی اور ثابت کر دیا کہ پُرامن طریقے سے رہنے والے غیر مُسلموں کو انھیں

اپنے رنگ میں عبادت کرنے کی آزادی ہے اور مُسلمان ان کے جان و مال کی بھی حفاظت کرتے ہیں۔ اِس کے بعد راجا داہر کے کہیں قدم نہ جمے، اُس نے ہر محاذ پر شکست کھائی۔ آخر کار راوڑ کی جنگ میں راجا داہر مارا گیا۔ مُسلمان بڑھتے بڑھتے ملتان پہنچ گئے۔ سِندھ کے ہندو مُسلمانوں کا اچھّا سلوک دیکھ کر اپنی مرضی سے مُسلمان ہونا شرُوع ہو گئے۔ مُحمّد بن قاسمؒ آگے بڑھ کر اور علاقے فتح کرنا چاہتا تھا لیکن خلیفۂ وقت نے اسے واپس بلا لیا۔

سُلطان محمُود غزنوی

ہم پڑھ آئے ہیں کہ حضرت عمرؓ فاروق کے وقت اسلام بہت دُور تک پھیل گیا تھا۔ فتوحات کا یہ سلسلہ کئی سو سال تک جاری رہا۔ محمّد بن قاسم کے بعد سندھ میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوگئیں۔ تاہم ابھی برّ صغیر پاک و ہند میں باقاعدہ طور پر اسلامی سلطنت قائم نہیں ہوئی تھی۔

آج سے تقریباً ایک ہزار سال قبل برِصغیر پاک و ہند کی مغربی سرحد کے قریب سبکتگین کی حکومت تھی۔ برّصغیر کے ہندو راجے مُسلمانوں کے علاقے میں داخل ہوکر لوُٹ مار کیا کرتے تھے۔ اس لوُٹ مار کو روکنے کے لیے سبکتگین کو ہندوُ راجاؤں سے کئی لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ جب سبکتگین فوت ہُوا تو اُس کا بیٹا محمُود غزنوی تخت پر بیٹھا۔ سلطان محمود کی سلطنت کا دارالحکومت غزنی تھا۔ اِسی لیے سلطان محمُود کو غزنوی کہتے ہیں۔

ہندو راجاؤں نے محمُود غزنوی کے زمانہ میں پھر چھیڑ چھاڑ شرُوع کی۔ اس وقت تک ایک ہندو راجا مُسلمان ہو چُکا تھا۔ دُوسرے ہندو راجاؤں نے اُس نو مُسلم راجے کو تنگ کرنا شروع کردیا۔ سلطان محمُود غزنوی بڑا بہادر تھا۔ اُس نے ہندو راجاؤں کو ایسی حرکتوں سے باز رکھنے کے لیے برّصغیر پر سترہ حملے کیے۔

جب محمُود غزنویؒ نے پشاور، بھیرہ اور ملتان کے علاقے فتح کرلیے تو لاہور کے راجا انندپال نے برِّصغیر کے تمام ہندُو راجاؤں کو اکٹھا کیا اور سلطان محمُود غزنوی کے خلاف منصوبہ بنایا۔ سب ہندُو راجاؤں نے اپنی اپنی فوجیں مقابلہ کے لیے بھیج دیں۔ عام ہندوؤں نے بھی فوج کی مدد کے لیے ہر قسم کی قُربانی کی پیش کش کی حتیٰ کہ ہندُو عورتوں نے اپنے زیور بیچ کر چندہ جمع کیا۔ اس طرح ہندوؤں نے ایک لاکھ سے زیادہ فوج جمع کرلی جو ہر قسم

کے ہتھیاروں سے لیس تھی۔ سلطان محمُود غزنوی اور اُس کے سپاہی اِسلام کی سربلندی کی خاطر لڑ رہے تھے، اِس لیے وُہ جوشِ ایمانی سے لبریز تھے۔ اُنھوں نے اِس زور سے حملہ کیا کہ ہندوؤں کی ٹڈی دل فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہُوئی اور انند پال نے اطاعت قبول کر لی۔

اِس کے بعد بھی سلطان محمُود غزنویؒ نے برِّصغیر پر کئی حملے کیے اور ہر بار کامیابی نے اس کے قدم چُومے۔ سلطان محمود کا آخری حملہ سب سے زیادہ اہم اور مشہُور ہے۔ گجرات کاٹھیاواڑ کا علاقہ دُوری کی وجہ سے بچا ہُوا تھا۔ وہاں سومنات کا ایک بہت بڑا مندر تھا۔ جب ہندُوؤں کو معلُوم ہُوا کہ سلطان محمُود غزنوی اُن کے سب سے بڑے اور مقدس مندر پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو اِردگِرد کے راجاؤں کی فوجیں وہاں جمع ہوگئیں۔ اِس مندر میں بہت سے بُت پڑے تھے جن کی وہ پُوجا کرتے تھے۔ سب سے بڑا بُت درمیان والے کمرے میں چھت سے لٹک رہا تھا۔ سومنات تک پہنچنے کے لیے محمود کو اپنی فوج راجپوتانہ کے ریگستان سے گزارنا پڑی، لیکن محمُود کو اِن مشکلوں کی کوئی پروا نہ تھی۔ اس کی فوج کے حوصلے بہت بلند تھے۔ اُنھوں نے بھی راستے کی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور سومنات پہنچ گئے۔ ہندُوؤں کی فوج نے سخت مقابلہ کیا، لیکن وہ مُسلمان فوج کے جوشِ ایمانی کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ ہندوؤں نے شکست کھائی اور معافی مانگنے لگے۔ مندر کے پجاریوں نے محمُود غزنوی سے التجا کی کہ وُہ ان کے بُت نہ توڑے۔ اس کے بدلے وہ منہ مانگی دولت دینے کو تیّار ہیں لیکن محمُود نے کہا کہ وُہ بت شکن ہے بُت فروش نہیں۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنا گُرز زور سے بڑے بُت پر مارا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ اِس فتح کے بعد سلطان محمُود غزنوی اپنے وطن واپس چلا گیا البتہ پنجاب کے علاقے کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے اپنا گورنر وہاں چھوڑ گیا۔

سلطان محمود غزنوی بڑا پکّا مُسلمان اور بہادر جرنیل تھا۔ وُہ میدانِ جنگ میں بھی نماز پڑھنا نہیں بھولتا تھا۔ اُس نے یہ تمام حملے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیے۔ محمُود برِّصغیر میں اِسلام کی روشنی پھیلانا چاہتا تھا۔ اس غرض سے وُہ اپنے ساتھ عُلما کو لے کر آیا جنھوں نے برِّصغیر میں رہائش اختیار کی اور یہاں کے رہنے والوں کو اِسلام کی سچّی تعلیم سے روشناس کرایا۔ اِن بزرگوں کی تعلیم و تبلیغ کی بدولت برِّصغیر کے لوگ اِسلام کی روشنی سے منور ہُوئے۔ محمود غزنوی نے سنہ ۱۰۳۰ء میں وفات پائی۔

احمد شاہ ابدالی

احمد شاہ ابدالی افغانستان کا بادشاہ تھا۔ وہ ایک نڈر اور بہادر سپاہی تھا۔ اُس کے دِل میں اِسلامی بھائی چارے کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہُوا تھا۔ اُسے دہلی میں مغل شہزادوں کی خانہ جنگی پسند نہیں تھی کیونکہ اس کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے مرہٹوں نے دہلی پر اپنا اثر و رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ ایسی حالت میں جب شاہ ولی اللہؒ نے احمد شاہ ابدالی کو خط لِکھا تو وُہ اپنا لشکر لے کر دہلی پہنچا۔

دہلی پہنچنے سے پہلے کشمیر، سِندھ اور پنجاب کے راجاؤں نے اطاعت قبول کر لی تھی۔ جب احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کے خلاف جہاد شروع کیا تو اودھ کے نواب شجاع الدولہ اور روہیلوں کے سردار نجیب الدولہ نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ مرہٹوں کو عبرت ناک شکست ہُوئی۔ ہزاروں مرہٹے میدانِ جنگ میں مارے گئے اور جو باقی بچے وہ میدانِ جنگ سے ایسے بھاگے کہ دوبارہ مُسلمانوں کے مقابلے میں نہ آسکے۔ مرہٹوں کو شکست دینے کے بعد اُسے اپنے مُلک واپس جانا پڑا۔ لیکن مغل شہزادے پھر بھی اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے اور اُنھوں نے آپس میں پھر لڑنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں مغلوں کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو شکست دے کر برِّصغیر پر قبضہ کر لیا۔

شاہ ولی اللہؒ

سلطان محمود غزنوی کے بعد سات آٹھ سو سال تک برِّصغیر پاک و ہند میں مُسلمانوں کی حکومت قائم رہی۔ مُسلمانوں نے تمام علاقوں میں امن و امان قائم کیا۔ لوگ ہنسی خُوشی زندگیاں گزارتے رہے لیکن جُوں جُوں وقت گُزرتا گیا مُسلمان کاہل اور سُست ہوتے گئے۔ اُنھوں نے اِسلام کے سنہرے اصولوں پر عمل کرنے سے گریز کیا اور ہندُوؤں کی غلط رسموں کو اپنانا شروع کر دیا۔ خاندانِ مغلیہ کے بادشاہ اورنگ زیب کے بعد تو مُسلمانوں کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ شاہی خاندان کے شہزادے آپس میں لڑتے رہتے تھے اور اِنتظامِ سلطنت کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے تھے۔ مُسلمانوں کی اِس کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے ہندُو راجپوتوں اور مرہٹوں نے طاقت بڑھانا شروع کر دی۔ پنجاب میں سکّھوں نے زور پکڑ لیا۔

بعض مُسلمان علما کو اس بات کا بہت دُکھ ہُوا۔ اُن علما میں شاہ ولی اللہ پیش پیش تھے۔ آپ ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شاہ عبد الرحیم ایک بہت بڑے عالم تھے۔ اُنھوں نے چھوٹی عُمر ہی میں قرآنِ مجید حفظ کر لیا۔ حج کرنے کے بعد ۱۷۳۲ء میں دہلی آئے اور اپنے والد کے مدرسہ میں پڑھانے لگے۔ اُنھوں نے قرآن مجید کا ترجمہ آسان فارسی زبان میں کیا جس سے لوگوں میں قرآنِ مجید سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ اُنھوں نے مسلمانوں کو ہر اُس کام سے روکنے کی کوشش کی جو اِسلام میں جائز نہیں تھا۔

مرہٹے مُسلمانوں کو تنگ کرنے لگے تو اُنھوں نے مرہٹوں کی طاقت کو کچلنے اور برِّصغیر کے مُسلمانوں کی مدد کے لیے احمد شاہ ابدالی کو برِّصغیر کے مُسلمانوں کی مدد کے لیے بلایا۔ احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو شکستِ فاش دی اور ان کا زور توڑ دیا۔ اِس جنگ ؛ دو سال بعد ۱۷۶۲ء میں شاہ ولی اللہ فوت ہو گئے

سیّد جمال الدین افغانیؒ

آپ نے پڑھا ہے کہ مُسلمانوں نے آہستہ آہستہ اپنے پیارے نبی مُحمّد رّسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اچّھی اچّھی باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ بجائے اس کے کہ اکٹّھے ہو کر کافروں کا مقابلہ کرتے آپس میں ہی لڑنے جھگڑنے لگے۔ اِسلامی تعلیمات سے منہ موڑ لیا۔ علوم وفنون کی طرف توجہ ترک کر دِی اِن وجوہات کی بنا پر مُسلمانوں کو ہر جگہ زوال آنا شرُوع ہو گیا۔ اِس کس مپرسی کے عالم میں جمال الدّین افغانیؒ نے مُسلمانوں کی رہنمائی کا بیڑا اُٹھایا۔

سیّد جمال الدّین افغانی

افغانستان کے مشرقی حصّے میں ایک وادی ہے جس کا نام کنڑ ہے۔ وہاں ایک سادات گھرانہ آباد تھا۔ اس گھرانے کی ایک بستی اسور آباد میں ۱۸۳۸ء میں جمال الدین افغانیؒ پیدا ہُوئے۔ اس وقت افغانستان کا بادشاہ امیر دوست مُحمّد تھا۔

امیر دوست مُحمّد نے آپ کے والد کو کابل بلا بھیجا۔ آپ بھی اپنے باپ کے ساتھ کابل پہنچے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۵۸ء میں آپ نے حج کیا۔ پھر مدینہ اور شام گئے۔ وہاں سے عراق اور ایران کی سیر کرتے ہُوئے بلوچستان کے راستے برِّصغیر پاک وہند پہنچے اور چھے برس کے بعد وطن واپس آگئے۔

سیّد صاحب نے امیر دوست مُحمّد کے ساتھ کام کیا۔ اُس کی وفات کے بعد شہزادے آپس میں لڑنے لگے مگر سیّد صاحب نے کوشش کر کے صُلح کرا دی۔

آپ کچھ عرصہ بعد افغانستان کو چھوڑ کر برِّصغیر پاک و ہند ہوتے ہوئے مصر پہنچ گئے۔

آپؒ مصر میں جامعۃ الازہر میں طالب علموں کو پڑھانے لگے۔ آپ بے باک اور نڈر تھے۔ آپ نے حکومت کی خرابیوں کی نشاندہی کرنی شروع کی اور انگریزوں کی چالوں اور ارادوں کو بے نقاب کیا۔ انگریزوں نے سازش کرکے آپ کو مصر سے نکلوا دیا لیکن آپ کی کوششوں سے ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی جو انگریزوں سے مکمّل آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

آپ مصر سے تُرکی پہنچے۔ وہاں کے وزیرِ اعظم نے آپ کی بڑی عزّت کی۔ وہاں سیّد صاحب کو ایک لیکچر دینا تھا۔ آپ تُرکی زبان نہیں جانتے تھے لیکن ذہین اور محنتی اِتنے تھے کہ چند روز ہی میں اِس قدر تُرکی زبان سیکھ لی کہ لوگ آپ کو تُرکی زبان کا عالم سمجھنے لگے۔ آپ نے تُرکی میں بھی نوجوانوں کی ایک جماعت تیّار کی جو حکومت کی خرابیوں کو دُور کرنے اور بیرونی طاقتوں سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہوگئی۔

آپ ایران گئے تو وہاں بھی اپنا مشن جاری رکھا۔ سیّد صاحب نے مُسلمانوں کو متحد ہوکر غیر مُلکیوں کے مقابلے میں ڈٹ جانے کی طرف توجّہ دلائی۔ اُن کی یہ تحریک "پان اِسلام ازم یا اتحاد مسلمانانِ عالم" کہلاتی ہے۔

سرسیّد احمد خاں

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ شاہ ولی اللہ اور احمد شاہ ابدالی کی کوششوں کے باوجود مُسلمان اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے اور ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے مُغلیہ خاندان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو شکست دے کر برِّصغیر پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد مُسلمان بہت بد دل ہو گئے تھے۔ اُدھر انگریزوں نے ہندوؤں سے گٹھ جوڑ کر کے مُسلمانوں کی ترقّی کی تمام راہیں بند کر دی تھیں۔ مُسلمانوں کو نہ ملازمتیں دی جاتی تھیں اور نہ اُنھیں کاروبار کرنے کی سہولتیں میسّر تھیں۔ ایسے حالات میں سرسیّد احمد خاں نے مُسلمان قوم کی مدد کرنے کی ٹھانی۔

اُنھوں نے سب سے پہلے انگریزوں سے کہا کہ مُسلمانوں کو بھی ترقّی کرنے کے موقعے ملنے چاہییں۔ مُسلمانوں کو ان کی آبادی کے لحاظ سے ملازمتیں دی جائیں اور انھیں کاروبار کرنے کی سہولتیں مُہیّا کی جائیں۔

اُدھر مُسلمانوں سے کہا کہ وہ تعلیم حاصل کریں۔ نئے علوم سیکھیں۔ اس مقصد کے لیے اُنھوں نے علی گڑھ کے مقام پر ۱۸۷۵ء میں ایک سکول قائم کیا۔ دو سال بعد سکول کی جگہ کالج نے لے لی جو سرسیّد کی وفات کے بعد مُسلمانوں کی ایک بہت بڑی یونیورسٹی بن گیا۔ اِس یونیورسٹی میں برِّصغیر کے بہت سے مُسلمان طالبِ علم داخل ہُوئے جنھوں نے جدید عُلوم میں دسترس حاصل کی۔ تعلیم کو ترقّی کا ذریعہ بنا کر سرسیّد احمد خاں نے مُسلمانوں کو جہالت کے گڑھے سے نکالا۔

سرسیّد احمد خاں نے ہندوؤں کی بد نیتی کو بھی بھانپ لیا تھا۔ اُنھوں نے مُسلمانوں پر واضح کر دیا کہ ہندو مُسلمانوں کے کبھی بھی دوست نہیں

سرسید احمد خاںؒ

ثابت کر دیا کہ وُہ الگ قوم ہیں اور مُسلمانوں کے دُشمن ہیں۔ سرسیّد احمدخاں نے مُسلمانوں کو آمادہ کیا کہ وہ ایک الگ قوم کی حیثیّت سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کریں۔ چنانچہ ڈاکٹر اقبالؒ اور قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے سرسیّد احمد خاں کی کوششوں کو مکمل کیا اور مُسلمانوں کے لیے علیحدہ مُلک پاکستان حاصل کیا۔

علی گڑھ یونیورسٹی برِّصغیر کے مُسلمان طالب علموں کے لیے ایک ایسا پلیٹ فارم ثابت ہُوئی جہاں وہ مُسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں لائحہ عمل تیّار کرنے لگے۔

مولانا عبیدُ اللہ سِندھی

مولانا عبید اللہ سِندھی ۱۸۷۲ء میں سیالکوٹ کے گاؤں چیانوالی کے ایک سِکھ گھرانے میں پیدا ہُوئے۔ آپ کے والد آپ کی پیدائش سے چار ماہ پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، اس لیے آپ کے ماموں آپ کو ڈیرہ غازی خاں لے آئے۔ بعد میں جام پور کے مڈل سکول میں داخل کرادیا۔ سکول میں آپ کو اِسلامی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا۔ آپ کو اِسلام کی سچّائی کا یقین ہوگیا اور آپ ۱۸۸۷ء میں مُسلمان ہو گئے۔ آپ مزید اِسلامی تعلیم حاصل کرنے کے لیے سِندھ میں حضرت حافظ مُحمّد صدیق صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں رہ کر اِسلامی مُعاشرت آپ کی تعلیم کا حِصّہ بن گئی اور سِندھ کو مستقِل طور پر وطن بنا لیا۔

آپ نے اِسلام کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔ آپ کئی ممالک میں گئے وہاں تبلیغ کا کام بھی کرتے اور مزید علوم بھی سیکھتے۔ آپ کو جہاد کا بہت شوق تھا۔ انگریزوں کے خلاف ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ اِس سلسلے میں آپ ۲۷ سال وطن سے باہر رہے اور بہت سی تکالیف بھی برداشت کیں۔ آپ شاہ ولی اللہ کی تعلیمات سے بے حد متاثر تھے اور جب آپ آخری عُمر میں وطن واپس لوٹے تو آپ نے اپنی زندگی کا باقی وقت شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کو عام کرنے میں گزارا۔

علّامہ ڈاکٹر مُحمّد اقبالؒ

آپ چوتھی جماعت میں پڑھ چُکے ہیں کہ ڈاکٹر مُحمّد اقبالؒ بچّوں کے بھی شاعر تھے اور مُسلمان قوم کے بھی بہت بڑے مفکّر تھے۔

علّامہ ڈاکٹر اقبالؒ کو مِلّتِ اسلامیہ سے بے پناہ محبّت تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ ساری دُنیا کے مُسلمان متحد ہو جائیں اور مِل کر اپنے مخالفوں کا مقابلہ کریں۔ آپ جانتے تھے کہ یہ اِتّحاد اور ترقّی اِس صُورت میں ہی ممکن ہے کہ مُسلمان آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی بتائی ہُوئی باتوں پر عمل کریں۔ آپ نے مُسلمانوں کو اپنے پاؤں پر خُود کھڑا ہونے کو کہا۔ آپ کی اکثر نظموں میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔

آپ کو بھی قائدِ اعظمؒ کی طرح نوجوانوں سے بڑی محبّت تھی۔ آپ نے بہت سی نظمیں نوجوانوں کے لیے لکھیں جن میں محنت اور لگن سے کام کرنے اور مِلّتِ اسلامیہ کے سپاہی بننے کا سبق دیا۔

آپ نے سید جمال الدین افغانی کے نظریہ اتحاد مُسلمانان عالم کو پسند کیا۔ اِس نظریے کے تحت برِصغیر کے مُسلمانوں کو ایک اِسلامی مملکت بنانے کی ترغیب دی۔ قائدِ اعظم مُحمّد علی جناح کو ایسی اِسلامی مملکت بنانے کے لیے مُسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ پنجاب میں پاکستان کی تحریک کو مضبُوط کیا۔ آپ پاکستان بننے سے پہلے ہی فوت ہو گئے لیکن آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ پاکستان بن کر رہے گا۔

علّامہ اقبالؒ نے ۲۱۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔ آپ کو شاہی مسجد لاہور کے بڑے دروازے کے بائیں جانب دفن کیا گیا۔ ہزاروں آدمی آپ کے مزار پر آتے ہیں اور دُعائے مغفرت پڑھتے ہیں۔

علامہ ڈاکٹر محمدؐ اقبالؒ

قائدِ اعظم محمّد علی جناحؒ

آپ پڑھ چکے ہیں کہ قائدِ اعظم محمّد علی جناحؒ کی کوششوں سے دُنیا کی سب سے بڑی اِسلامی مملکت پاکستان ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو وجود میں آئی۔ پاکستان بننے کے وقت ہمیں تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ ہمارے پاس مُلک کا عام کاروبار چلانے کے لیے بھی کوئی وسائل نہ تھے مگر سب کو اِس بات کی خُوشی تھی کہ اَب ہم آزاد ہیں۔ ہر پاکستانی ہر قِسم کی تکلیف کو خُوشی سے برداشت کرنے کو تیّار رہتا۔ تمام لوگوں نے محنت سے کام کرنے کی ٹھانی کیونکہ ان کا قائد محنت، بُردباری اور مستقِل مزاجی کا پیکر تھا۔ آپ کو پاکستان کے روشن مستقبل کا یقین تھا۔ آپ جس وقت بھی پاکستان کا نام لیتے آپ کا چہرہ دمک اُٹھتا۔ ہونٹوں پر فخر آمیز تبسّم کھیلنے لگتا۔ جب آپ بیمار ہُوئے اور کوئٹہ تشریف لے گئے تو ایک مجلس میں فخریہ انداز میں فرمایا۔ ”پاکستان کو خُدا نے ہر چیز دے رکھّی ہے۔ زراعت کے وسیع وسائل، معاشی ترقّی کے روشن امکانات، مُلک کو صنعتی بنانے کے ذرائع، ہر چیز پاکستان میں موجُود ہے۔ قُدرت کی فیاضی نے اِس مُلک کو دولت سے مالا مال کر رکھّا ہے، لیکن ضرُورت محنت، خلوص اور دیانت داری کی ہے۔ اگر پاکستانیوں میں یہ اوصاف پیدا ہوجائیں اور انشاء اللہ میری قوم میں یہ اوصاف پیدا ہوکر رہیں گے۔ مَیں مُسلمانوں سے کبھی مایوس نہیں ہُوا۔ اِسلام کی تعلیمات میں مایوسی کا لفظ تک نہیں۔ پاکستانی اب آزاد قوم ہیں، اُنھیں آزاد قوم کی طرح مُلک کی تعمیر میں حِصّہ لینا چاہیے۔ جب بھی مُسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوگیا تو اس کے عظیم مملکت بننے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی۔“

قائدِ اعظمؒ کو طلبا سے بے حد محبّت تھی۔ وہ مُلک کی تعمیر و ترقّی کے لیے

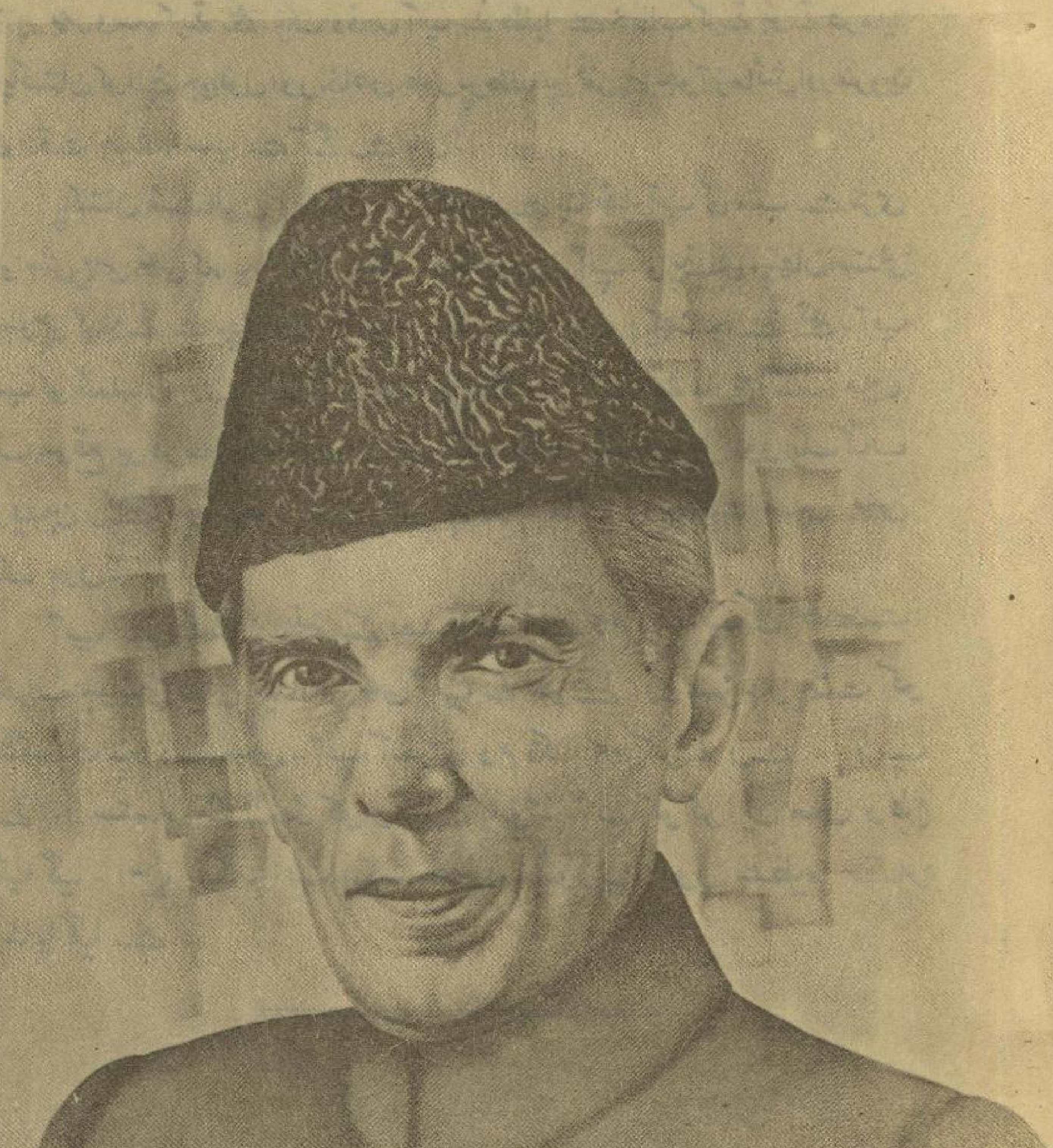

قائد اعظم محمد علی جناحؒ

ان پر بھروسہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے طلبا سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ "پاکستان کو اپنے جوانوں اور خاص طور پر طلبا پر فخر ہے جو آزمائش اور ضرورت کے وقت ہمیشہ سب سے آگے رہے ہیں"۔

پاکستان مُسلمانوں کی متحدہ کوششوں سے بنا تھا۔ آپ کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ یہ اتّحاد ہمیشہ قائم رہے۔ آپ کو پنجابی، پٹھان، سندھی یا بلوچی کہلانے سے چڑ تھی۔ آپ سب کو یک جان دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ سب کو مُسلمان اور پاکستانی دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ نے مارچ ۱۹۴۸ء میں ایک موقع پر فرمایا۔ "ہم مُسلمان ہیں۔ ایک خُدا، ایک رسول اور ایک کتاب پر یقین رکھتے ہیں۔ پس یہ لازمی ہے کہ ہم مِلّت کی حیثیّت میں بھی ایک ہوں"۔

آپ نے پاکستان بننے کے بعد دن رات کام کیا۔ آپ کی صحت خراب ہوگئی لیکن بیماری بھی آپ کے حوصلے اور عزم و ہمّت کو شکست نہ دے سکی۔ آپ آخری دم تک کام کرتے رہے۔ آپ نے ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو وفات پائی۔ آپ کو کراچی میں دفن کیا گیا۔ اس جگہ اب ایک خُوب صُورت اور عظیم مقبرہ بنایا گیا ہے۔

LIBRARY

جملہ حقوق بحقِ پنجاب ٹیکسٹ بُک بورڈ لاہور محفوظ ہیں۔

تیار کردہ پنجاب ٹیکسٹ بُک بورڈ لاہور و منظور کردہ حکومتِ پنجاب
(محکمۂ تعلیم) لاہور۔
بمطابق سرکلر نمبر S.O. (C) 10-1/72 مورخہ 23-5-1974
نظرثانی شدہ قومی ریویو کمیٹی وفاقی وزارتِ تعلیم وصوبائی رابطہ
حکومتِ پاکستان۔

قومی کمیٹی برائے جائزہ کتبِ نصاب کی تصحیح شدہ

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کِشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالیشان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد
پاک سرزمین کا نظام قُوّتِ اخوّتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد
پرچمِ ستارہ و ہلال رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

کوڈ نمبر G.54

سیریل نمبر

تاریخ اشاعت	ایڈیشن اوّل	تعداد اشاعت	قیمت
مارچ 1981ء	بار اوّل	8000	Rs. 4.80

15057